جامعہ حقانیہ کا ترجمان

مجلّہ الحقانیہ

ساہیوال

سرگودھا

جلد۲ رجب المرجب ۱۴۲۸ھ ○ اگست ۲۰۰۷ء شمارہ۷



بانی فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہٗ

رجب المرجب ۱۴۲۸ھ اگست ۲۰۰۷ء **فہرست**

☆☆☆☆☆☆☆

خط و کتابت کیلئے: دفتر ماہنامہ الحقانیہ جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

فون: 048-6786002/6786899 E-mail-alhaqqania@yahoo.com

پبلشر: مفتی سید عبدالقدوس ترمذی **پرنٹر**: جناب محمد منیر صاحب فائن پرنٹنگ پریس سرگودھا

کمپوزر: جناب حافظ سید عبدالغفور صاحب ترمذی

کلمۃ الحق

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سانحہ لال مسجد و جامعہ حفصہ

۱۰ر جولائی ۲۰۰۷ء کو طلوع ہونے والی صبح مسلمانان پاکستان کیلئے بالعموم اور اسلام آباد کے رہنے والے حضرات کیلئے بالخصوص قیامت کی صبح سے کم نہ تھی، جب ایک مطلق العنان حکمران نے اپنی طاقت کے بل بوتے پر لال مسجد اور جامعہ حفصہ میں محصور ہزاروں مسلمان طلبہ طالبات کو ختم کرنے کا حکم دیا جس کے نتیجہ میں مسلمان ملک کی مسلمان ملٹری نے لال مسجد اور جامعہ حفصہ پر گولیوں کی بارش برسادی اور نہایت بے دردی سے سینکڑوں طلبہ طالبات اور جناب مولانا عبدالرشید غازی شہید رحمۃ اللہ علیہ سمیت ان کے رفقاء کو شہید کرڈالا، اس خاموش حکومتی آپریشن کے ذریعہ جس طرح مسجد ومدرسہ کے تقدس کو پامال کیا گیا اور مسلمان فوج نے جس بے رحمی سے سینکڑوں مسلمانوں کی جان لی اور پھر قرآن اور حدیث شریف کے نسخوں کو نذر آتش کیا پاکستان کی ساٹھ سالہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی، طاقت کے بے دریغ استعمال اور سنگدلی اور سفاکیت کے اس مظاہرے نے قوم کے دلوں کو بری طرح مجروح کیا ہے، پوری قوم اس اندوہناک اور سنگین واقعہ پر رنج وغم کے دریا میں ڈوبی ہوئی ہے اور پورے ملک میں اس پر شدید احتجاج اور رد عمل ہورہا ہے، کوئی مسلمان بلکہ کوئی انسان بھی اس آپریشن کی تائید نہیں کرسکتا سوائے ان لوگوں کے جو انسانیت کے قاتل اور دین اسلام کے دشمن ہوں، اگر ان کی طرف سے اس حادثہ پر خوشی کا اظہار ہو تو کوئی نئی بات نہیں ہے۔

موجودہ حکومت نے پاکستان کی تاریخ میں اس اقدام سے جس سیاہ ترین باب کا اضافہ کیا ہے مسلمان قوم اسے کبھی نہیں بھول سکے گی، امید ہے کہ ان معصوم جانوں اور مظلوم مسلمانوں کا خون ہرگز رائیگاں نہیں جائیگا بلکہ اس سے تاریخ کا ایک نیا باب رقم ہوگا اور جن مقاصد کے حصول کیلئے ان حضرات نے جان دی ہے ان کی شہادت سے ان کے حصول کی راہ ہموار ہوگی، دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس حادثہ میں شہید ہونے والے مسلمان طلبہ وطالبات اور علماء کرام کے درجات بلند فرماویں اور ان کی یہ شہادت وطن عزیز پاکستان میں نفاذ اسلام کا ذریعہ بن جائے آمین، تمام شہداء کے پسماندگان کو بھی حق تعالیٰ صبر جمیل کی توفیق عطا فرماویں اور ان کو ہر قسم کی پریشانیوں سے نجات دیں اور ان کی جان، مال، عزت کی حفاظت فرماویں، آمین۔

یہ ایک بدیہی امر ہے کہ لال مسجد اور جامعہ حفصہ کا قضیہ اور مسئلہ مذاکرات کے ذریعہ حل ہوسکتا

تھا،اس کے حل کیلئے کسی بھی آپریشن اور کشت وخون کی ہرگز ضرورت نہ تھی، مذاکرات کے پرامن حل کو دانستہ نظرانداز کر کے حکومت نے امریکہ کے ایجنڈا کو پورا کرنے کی مذموم کوشش کی ہے مدارس اور مساجد اور علماء کرام کے خلاف ایک عرصہ سے یہ پروپیگنڈا کیا جارہا ہے کہ یہ دہشت گرد ہیں، نام نہاد روشن خیالی اور امریکہ نوازی کا تقاضا ہے کہ انہیں ختم کر دیا جائے ،موجودہ آپریشن بھی اسی مکروہ پروپیگنڈے اور ناپاک سازش کا ایک حصہ ہے، دنیا نے دیکھ لیا کہ مساجد و مدارس نہ دہشت گردی کے اڈے ہیں اور نہ ہی لال مسجد کی انتظامیہ نے دہشت گردی کا کوئی پروگرام تشکیل دیا تھا بلکہ غازی برادران کی ساری جدو جہد مدارس و مساجد کے تحفظ اور انسداد فحاشی نیز نفاذ اسلام کیلئے تھی، اس کے سوا ان کا کوئی مقصد نہ تھا،ان حضرات کے طریقہ کار سے اگر چہ اختلاف کیا جاتا رہا لیکن مقاصد سے کسی کو بھی اختلاف نہ تھا اور نہ ہی کسی بھی ذی عقل کو ان مقاصد سے اختلاف ہوسکتا ہے، کیونکہ فحاشی کے اڈوں کے خاتمے کا مطالبہ،حقوق نسواں بل کی واپسی،شہید مساجد کی دوبارہ تعمیر اور ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کا مطالبہ آئین ،قانون اور مذہب کے عین مطابق ہے، یہ حضرات کوئی قاتل یا ڈاکو نہ تھے،ان کا قصور صرف یہی تھا کہ وہ حق کی آواز بلند کر رہے تھے ۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صدر جناب حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب، ناظم اعلیٰ حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری، مفتی اعظم حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی ،حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب، حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب مدظلہم کے بیان کے مطابق یہ حضرات فریقین کو ایک معاہدہ پر رضامند کرنے میں کامیاب ہوگئے تھے لیکن ایوان صدر نے اس معاہدہ کو مسترد کر دیا اور یوں بے گناہوں کے ناحق خون سے مسجد و مدرسہ کے درودیوار کو رنگین کیا گیا انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون ۔

لال مسجد و جامعہ حفصہ کے اس عظیم سانحہ کی تمام تر ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟ یہ بات اگرچہ واضح ہے تاہم ضروری ہے کہ اس کی عدالتی تحقیقات کرائی جائیں اور مجرمین کو قرار واقعی سزا دی جائے، اب جبکہ چیف جسٹس صاحب بحال ہو چکے ہیں اور ملک کے دانشور طبقہ کے بقول پاکستان کی ساٹھ سالہ تاریخ میں پہلی مرتبہ انصاف ہوا ہے اور قانون کی بالادستی کو تسلیم کر لیا گیا ہے، اگر یہ بات صحیح ہے کہ اب انصاف کا آغاز ہو چکا ہے تو پھر اس المناک سانحہ میں ملوث افراد کو قرار واقعی سزا ملنے کی توقع بھی کی جاسکتی ہے، اللہ تعالیٰ جلد وہ انصاف کا دن لائیں جس میں مجرمین کو عبرتناک سزا ملے اور پھر کسی ظالم کو اس طرح خانہ خدا اور دینی ادارہ نیز معصوم مسلمان طلبہ و طالبات پر گولیاں برسانے کی جرأت نہ ہو۔

حضرت مولانا مفتی غلام قادر صاحب رحمہ اللہ

ماہنامہ الخیر ملتان میں یہ خبر پڑھ کر بہت افسوس ہوا کہ استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی غلام قادر صاحب مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ خیر العلوم خیر پور ٹامیوالی بھی ۱۸؍جمادی الاخریٰ ۱۴۲۸ھ بمطابق ۴؍جولائی ۲۰۰۷ء کو انتقال فرما گئے انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی زیارت اکثر جامعہ خیر المدارس ملتان میں ہوتی رہی، جامعہ کے سالانہ جلسے اور شوریٰ کے اجلاس میں آپ پابندی سے شرکت فرماتے تھے، احقر حضرت والد گرامی قدس سرہ کے ساتھ بچپن سے ہی جامعہ میں حاضر ہوتا رہا اس لئے بہت سے بزرگوں کی زیارت وہاں نصیب ہوئی، حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نہایت جید الاستعداد، فاضل اور قابل مدرس تھے فتویٰ میں آپ کو خاص مہارت حاصل تھی، ریاست بہاولپور میں آپ نمایا مقام کے حامل تھے۔

دورہ حدیث شریف آپ نے دارالعلوم دیوبند میں کیا جبکہ تکمیل حضرت اقدس مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ سے کی، آپ حضرت کے مایہ ناز شاگرد اور معتمد خاص تھے، آپ کو حضرت اقدس اور آپ کے جامعہ سے بے حد محبت تھی، حضرت الاستاذ کے لگائے ہوئے اس چمن کی ہمیشہ آبیاری کرتے رہے اور وفاداری کا حق ادا کر دیا جزاھم اللّٰہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

تکمیل کے بعد تقریباً پون صدی علمی و دینی خدمات سرانجام دیتے رہے، آپ جامع الکمالات ہونے کے باوجود انتہائی سادہ، متواضع اور حسن خلق کا پیکر تھے۔

گزشتہ سال شوال کے اجلاس میں حضرت اقدس مولانا عبید اللہ صاحب القاسمی مدظلہم اور حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ دونوں جمع تھے، چونکہ یہ دونوں حضرات دورہ حدیث شریف کے ساتھی ہیں، حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم نے ہر کتاب کا افتتاح حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ سے کرایا، احقر نے بخاری شریف کے افتتاح کے بارہ میں استفسار کیا تو حضرت مہتمم صاحب مدظلہم نے پورا واقعہ سنایا اور حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ سے بھی تصدیق کرائی۔

دونوں حضرات کے جمع ہونے سے سب حضرات کو بے حد خوشی ہوئی لیکن افسوس! کہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ سے یہ آخری ملاقات ثابت ہوئی، اللہ تعالیٰ درجات بلند فرماویں اور پسماندگان کو اجر و صبر سے نوازیں اور ان کے فیض کو قیامت تک جاری رکھیں، آمین۔

مولانا قاری عبدالرؤف تھانوی مرحوم

گزشتہ ہفتہ برادرم جناب حافظ عبدالغفور تھانوی صاحب نے کراچی سے فون پر اطلاع کی کہ برادرم مولانا قاری عبدالرؤف صاحب تھانوی کل سویڈن میں انتقال کر گئے انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

برادرم جناب قاری عبدالرؤف تھانوی خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون میں قائم مدرسہ امدادالعلوم کے مدرس اور حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کے خاص صحبت یافتہ حضرت خلیفہ اعجاز احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے اور جناب مولانا ارشاد احمد تھانوی کے لائق و فائق بیٹے تھے۔

حضرت خلیفہ جی رحمہ اللہ احقر کے والد ماجد قدس سرہ کے بھی استاذ محترم تھے، ڈھائی سال کے عرصہ میں خانقاہ تھانہ بھون ہی میں ان سے آپ نے قرآن کریم حفظ کیا تھا، حضرت والد صاحب رحمہ اللہ پر حضرت خلیفہ جی کی شفقتیں وعنایتیں بے انتہا تھیں، حضرت مولانا ممتاز احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت خلیفہ جی کے بڑے فرزند گرامی تھے ان کا اور سب بھائیوں کا حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ برادرانہ تعلق تھا، اسی تعلق کی بنا پر ہم حضرت مولانا مفتی ممتاز احمد تھانوی رحمہ اللہ کو تایا جی اور مولانا ارشاد احمد صاحب تھانوی مرحوم کو چچا جی کہا کرتے تھے، ان حضرات کا یہ تعلق رسمی تعلق نہیں تھا بلکہ اسلامی اخوت ومحبت پر مبنی خالص دینی وروحانی تعلق تھا، اس لئے اس کا دائرہ ہمیشہ بڑھتا رہا اور بحمداللہ تعالیٰ اب یہ تعلق چوتھی نسل تک پہنچ چکا ہے، اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں ہمارے لئے اس کو نافع ومفید فرماویں اور اسے ورجلان تحابا فی اللّٰہ اجتمعا علیہ و تفرقا علیہ کا مصداق بنادیں، آمین۔ اسی دیرینہ اور خالص تعلق کا ہی یہ نتیجہ تھا کہ تایا جی حضرت مولانا مفتی ممتاز احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اکلوتے بیٹے برادرم حضرت مولانا امتیاز احمد تھانوی مدظلہم کو تعلیم وتربیت کیلئے حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں جامعہ حقانیہ ساہیوال بھیجا اور برادرم موصوف نے ایک سال تک یہاں تعلیم حاصل کی، اسی طرح برادرم جناب مولانا قاری عبدالرؤف تھانوی مرحوم اور برادرم حافظ عبدالغفور تھانوی، عبدالشکور تھانوی اور عبدالصبور تھانوی نے بھی حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں رہ کر تعلیم حاصل کی اور ان حضرات نے تین سال کا طویل عرصہ ساہیوال کے اس قصبہ میں گزارا۔ تمام برادران اور خاص طور پر برادرم جناب قاری عبدالرؤف تھانوی مرحوم نے اس نسبت اور تعلق کی برابر قدر کی اور ہمیشہ اپنی مادر علمی اور ہم سب کو یاد رکھا۔

جامعہ اشرفیہ لاہور میں طالب علمی کے زمانہ میں احقر نے بھی تایا جی حضرت مولانا مفتی ممتاز احمد

تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے مشکوٰۃ شریف اور ہدایہ رابع پڑھنے کی سعادت حاصل کی اور بحمداللہ تعالیٰ ہمیشہ ان کی شفقتیں ہمیں حاصل رہیں، اللہ تعالیٰ حضرت خلیفہ جی رحمۃ اللہ علیہ کے تمام خاندان کو دین و دنیا کی نعمتوں سے مالامال فرمادیں اور فلاح دارین سے نوازیں اور جو حضرات دنیا سے جا چکے ہیں ان کے درجات بلند فرمادیں اور پسماندگان کو اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دین حنیف کی خدمت کی توفیق دیں اور قبولیت سے سرفراز فرمادیں، آمین۔ مولانا عبدالرؤف تھانوی مرحوم ۱۹۵۰ء میں لاہور میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اور حفظ قرآن کریم اپنے تایا جان حضرت مولانا مفتی ممتاز احمد تھانوی مرحوم سے پنڈی بھٹیاں میں پڑھا، پھر ۱۹۶۴ء میں جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا میں داخلہ لیا اور یہاں مسلسل تین سال تک تعلیم حاصل کی اور حضرت اقدس والد صاحب قدس سرہ سے خوب مستفید ہوئے، پھر جامعہ رحمانیہ اچھرہ لاہور میں کچھ عرصہ پڑھ کر جامعہ اشرفیہ میں داخلہ لیا اور ۱۹۷۴ء میں دورہ حدیث شریف پڑھا، ۱۹۷۶ء میں جمعیت تعلیم القرآن میں بطور استاذ القراء منسلک رہے اور کراچی یونیورسٹی میں تجوید پڑھائی، ۱۹۷۶ء ہی میں شریف آباد مسجد صفا کراچی میں امام و خطیب رہے۔ مرحوم ایک مقبول خطیب تھے، خطیب اسلام حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمہ اللہ کے منفرد انداز اور دلکش لہجہ میں بیان کرتے تھے جس سے مجمع پر بے حد اثر ہوتا تھا۔

۱۹۹۰ء میں سویڈن گئے اور وہاں تراویح میں قرآن کریم سنایا اور وہاں کے حضرات کے اصرار پر سویڈن میں سکونت اختیار کی، پھر مستقل رہائش وہیں اختیار کی اور تدریس، امامت و خطابت کے فرائض تا حیات انجام دیتے رہے۔ سویڈن کے دارالخلافہ سٹاک ہوم میں تقریباً سترہ سال تک دینی خدمات سرانجام دیں اور وہیں انتقال کر کے اسی کی سرزمین میں پیوند خاک ہوئے، اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر و اجر سے نوازے، آمین۔ پسماندگان میں تین بیٹے اور بیٹیاں اور بیوہ چھوڑیں، بڑے بیٹے عزیز احتشام الحق تھانوی سلمہ ماشاء اللہ تعالیٰ قرآن کریم کے حافظ ہیں، اللہ تعالیٰ سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھیں اور فلاح دارین عطا فرمائیں۔

بھائی عبدالرؤف صاحب مرحوم کے انتقال پر محترم و مکرم جناب ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی زیدمجدہم نے جو شاندار تواریخ نکالی ہیں وہ اسی شمارہ میں قارئین الحقانیہ کی نظر سے گزریں گی۔ فقط

احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ

۱۷ رجب المرجب ۱۴۲۸ھ

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

درس قرآن کریم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اولئك على هدى من ربهم (آخر تک) اس آیت میں ان لوگوں کیلئے ہدایت پر ہونے اور کامیاب ہونے کا اعلان فرمایا ہے جن کی صفات پہلے بیان ہوئیں، ان کو اس بات کی سند دی گئی کہ یہ ہدایت پر ہیں اور حقیقی اور واقعی کامیابی انہی کو حاصل ہونے والی ہے جو آخرت میں اللہ کی رضا اور دخول جنت کی صورت میں حاصل ہوگی، اللہ کی رضا سے بڑھ کر کوئی کامیابی نہیں (انوارالبیان)

مسئلہ ختم نبوت کی ایک واضح دلیل

حضرت مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ آیت قرآنی والذین يؤمنون بما انزل اليك وما انزل من قبلك وبالآخرة هم يوقنون کے تحت ارشاد فرماتے ہیں:

آیت کے اس طرز بیان سے ایک اہم اصولی مسئلہ بھی نکل آیا کہ آنخضرت ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کی وحی آخری وحی، کیونکہ اگر قرآن کے بعد کوئی اور کتاب یا وحی بھی نازل ہونے والی ہوتی تو جس طرح اس آیت میں پچھلی کتابوں اور وحی پر ایمان لانا ضروری قرار دیا گیا ہے اسی طرح آئندہ نازل ہونے والی کتاب اور وحی پر ایمان لانے کا ذکر بھی ضروری ہوتا، بلکہ اس کی ضرورت زیادہ تھی کیونکہ تورات وانجیل اور تمام کتب سابقہ پر ایمان لانا تو پہلے سے جاری اور معلوم تھا، اگر آنخضرت ﷺ کے بعد بھی سلسلۂ وحی اور نبوت جاری ہوتا تو ضرورت اس کی تھی کہ اس کتاب اور اس نبی کا ذکر زیادہ اہتمام سے کیا جاتا جو بعد میں آنے والے ہوں تاکہ کسی کو اشتباہ نہ رہے۔ مگر قرآن نے جہاں ایمان کا ذکر کیا تو آنخضرت ﷺ سے پہلے نازل ہونے والی وحی اور پہلے انبیاء علیہم السلام کا ذکر فرمایا، بعد میں آنے والی کسی وحی یا نبی کا کہیں قطعاً ذکر نہیں، پھر صرف اسی آیت میں نہیں بلکہ قرآن کریم میں یہ مضمون اول سے آخر تک مختلف مقامات میں چالیس، پچاس آیتوں میں آیا ہے، سب میں آنخضرت ﷺ سے پہلے انبیاء علیہم السلام، پہلی وحی، پہلی کتابوں کا ذکر ہے، کسی ایک آیت میں اس کا اشارہ تک نہیں کہ آئندہ بھی کوئی وحی یا نبی آنے والا ہے جس پر ایمان لانا ہے، مثلاً ارشاد ہے:

(۱) وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ (سورۂ نحل: ۴۳)

(۲) وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلاً مِّنۡ قَبۡلِكَ (سورۂ مومن: ۷۸)

(۳) وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ رُسُلاً (سورۂ روم: ۴۰)

(۴) وَمَآ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ (سورۂ نساء: ۶۰)

(۵) وَلَقَدۡ اُوۡحِیَ اِلَیۡكَ وَاِلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِكَ (سورۂ زمر: ۶۵)

(۶) كَذٰلِكَ یُوۡحِیۡۤ اِلَیۡكَ وَاِلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِكَ (سورۂ شوریٰ: ۳)

(۷) كَمَا كُتِبَ عَلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ (بقرہ: ۱۸۳)

(۸) سُنَّةَ مَنۡ قَدۡ اَرۡسَلۡنَا قَبۡلَكَ مِنۡ رُّسُلِنَا (اسرائیل: ۷۷)

ان آیات میں اور ان کی امثال دوسری آیات میں جہاں کہیں نبی یا رسول یا وحی و کتاب بھیجنے کا ذکر ہے سب کے ساتھ مـن قبل اور مـن قبلك کی قید لگی ہوئی ہے، کہیں من بعد کا اشارہ تک نہیں، اگر ختم نبوت اور انقطاع وحی کا دوسری آیات میں صراحۃً ذکر نہ ہوتا تو قرآن کا یہ طرز ہی اس مضمون کی شہادت کیلئے کافی تھا، مسئلۂ ختم نبوت پر قرآنی تصریحات اور احادیث متواترہ کی شہادت اور امت کا اجماع تفصیل کے ساتھ دیکھنا ہو تو میرا رسالہ ''ختم نبوت'' دیکھا جائے (معارف القرآن ص۱۱۳ ج۱)

....

سود کی مذمت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ معراج کی رات میں نے ساتویں آسمان پر کڑک اور گرج کی آواز سنی اور اس کی چمک دیکھی اور کچھ لوگوں کو دیکھا کہ ان کے پیٹ مکانوں کی طرح بڑے بڑے ہیں اور اس میں سانپ بچھو بھرے ہیں باہر سے پیٹ کے اندر کا سب کچھ نظر آرہا ہے میں نے جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ سود خور ہیں۔

اسی طرح ایک اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اکل الربو وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء (مسلم شریف) لعنت فرمائی رسول اللہ ﷺ نے سود لینے والے، دینے والے، لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر اور فرمایا یہ سب گناہ میں برابر ہیں۔

ایک اور حدیث شریف میں فرمایا کہ درھم ربویا کل الرجل وھو یعلم اشد من ستۃ وثلاثین زنیۃ (احمد) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دیدہ و دانستہ سود کا ایک پیسہ کھانا چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے بھی برا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور سود کے احکامات کو سیکھنے اور سمجھنے کی بھی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ (تنبیہ الغافلین ملخصاً) مرسلہ: سید فیضان بخاری قائد آباد

درس حدیث

رحمۃ الفردوس ترجمہ بہجۃ النفوس

مؤلف: حضرت امام حافظ ابو محمد عبداللہ بن ابی جمرہ الازدی الاندلسی رحمہ اللہ

مترجم: شیخ الاسلام حضرت مولانا علامہ ظفر احمد عثمانی قدس اللہ سرہ

اور بیعت خاصہ وہ ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے (مسلمانوں کی) ہر جماعت کے متعلق بیان فرمایا ہے کہ جب وہ سفر کیا کریں تو کسی کو اپنا امیر بنالیا کریں اور اسی کے حکم میں ہر وہ کام ہے جو اس کے مشابہ ہو کیونکہ یہ بیعت ایک خاص وجہ سے ہے اور اس کا نفع جو کچھ ہے بیعت عامہ کے منافع سے معلوم ہو جائے گا جن کو ان شاء اللہ ہم بیان کریں گے کیونکہ بیعت خاصہ کو بیعت عامہ کے ساتھ (خاص) مشابہت ہے۔

رہی بیعت کی حقیقت تو (ظاہر ہے کہ) یہ منجملہ (معاملات) بیوع کے ایک بیع ہے (جس کے معنی ہیں بیچنا، فروخت کردینا) کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بـایـعـونـی فرمایا ہے عـاھـدونـی نہیں

فرمایا اور اس لفظ کے معنی میں غلامی کے کسی قدر اوصاف پائے جاتے ہیں جن کو ہم بیان کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ، اور جب یہ بیعت منجملہ بیوع کے ایک بیع ہے تو اب اس کی ضرورت ہے کہ مبیع کو متعین کیا جائے اور ثمن کو بتلایا جائے (کہ بیعت میں کس چیز کو بیچا جاتا ہے اور اس کے عوض میں ثمن کیا ملتا ہے؟)

پس (معلوم کرنا چاہئے کہ) اس جگہ بیع تو نفس کا اختیار ہے کہ (بیعت کرنے والا) اپنے اختیار (وارادہ) کو فنا کردے اور جس سے بیعت کررہا ہے اپنے کو اس کے حوالہ کردے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق اس میں جو چاہے تصرف کرے اور یہ ایک قسم کی غلامی ہے کیونکہ آقا غلام کی ذات کا مالک بن جاتا ہے جس کے بعد غلام کا کوئی اختیار اور تصرف باقی نہیں رہتا کیونکہ جو شخص کسی کی ذات کا مالک بن جائے وہ اس کے تمام منافع کا مالک ہوجاتا ہے، پس بیعت کرنے والا اطاعت وانقیاد میں غلام کے مشابہ ہے مگر اس کا مال اسی کی ملک رہتا ہے صاحب بیعت کی ملک نہیں ہوجاتا کیونکہ یہ شخص صرف اطاعت وانقیاد ہی میں غلام کے مشابہ ہے جملہ احکام میں نہیں۔

رہا ثمن (اور معاوضہ) تو وہ جنت ہے بشرطیکہ بیعت (کے حق) کو پوری طرح ادا کردیا جائے کیونکہ بیعت عقبہ کے موقع پر جب صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ ان کو اس بیعت کے عوض میں کیا ملے گا؟ تو آپ نے فرمایا جنت، صحابہ نے عرض کیا کہ ہم (اس پر) راضی ہیں اور بیعت کو نہیں توڑیں گے (بلکہ اس کا حق ادا کریں گے) غرض شارع علیہ السلام نے بیع اور مبیع اور ثمن سب کچھ بتلادیا ہے۔

اور یہی حکم ہر اس بیعت کا ہے جو حضور کے بعد (کسی سے) شریعت کے موافق کی جائے کہ اس کا ثمن بھی جنت ہی ہے جبکہ اس کو توڑا نہ جائے کیونکہ ہر بیعت، بیعت رسول کی تجدید وتاکید ہے اور رسول اللہ ﷺ سے بیعت کرنا اللہ عزوجل سے بیعت کرنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے ان الذین یبایعونك انما یبایعون اللّٰہ کہ جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ (درحقیقت) اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنا بیعت الست بربکم کا ایفاء اور اسی کی تاکید ہے (قولہ فی الوجہ الاول فاما انواعها فعلی ضربین الی قولہ وفاء وتاکید لبیعة الست بربکم ملخصا)

ف: رسول اللہ ﷺ نے جماعتِ مسافرین کو جو حکم دیا ہے کہ کسی ایک کو اپنا امیر بنالیا کریں یہ بیعت صوفیہ کی دلیل ہے کیونکہ سالکین طریق بھی ایک سفر میں ہیں اور بڑے سفر میں ہیں جو سفر ظاہر سے اہم اور بہت اہم ہے، پس جب سفر ظاہر میں کسی کو امیر بنانا سنت ماموربہا ہے تو اس سے اہم سفر میں کسی کو امام بنانا خلاف سنت کیونکر ہوسکتا ہے؟

ف: جب بیعت کی حقیقت معلوم ہوگئی کہ وہ منجملہ بیوع کے ایک بیع ہے تو اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیعت طریق کیلئے ہاتھ میں ہاتھ لینا ضرور نہیں بلکہ مرید اور شیخ کی طرف سے زبانی معاہدہ کافی ہے جیسا بیع میں بائع ومشتری کا زبانی معاہدہ کافی ہے، باقی اس میں شک نہیں کہ حضور نے صحابہ سے جس وقت بھی بیعت لی ہے خواہ بیعت اسلام ہو یا بیعت جہاد یا بیعت اتباع احکام وہ ہاتھ میں ہاتھ لے کر واقع ہوئی ہے اس لئے مشائخ نے بھی یہی صورت اختیار کی مگر صورت بیعت کو لازم اور مقصود سمجھ لینا اور اصل مقصود کو پس پشت ڈال دینا سخت غلطی ہے جس میں آج کل بہت لوگ مبتلا ہیں۔

محمد صدیق عفا اللہ عنہ

ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

از جمیل الکلام بقلم فقیہ الامۃ حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی قدس سرہ

O کچھ عورتوں کے تذکرہ کے بعد فرمایا کہ ہمارے ماموں صاحب فرماتے تھے کہ دو چیزیں بہت قابل رعایت ہیں ایک عورتیں اور ایک مسجد کہ ان کی رعایت کو کوئی اپنے ذمہ نہیں سمجھتا۔

O فرمایا امام غزالی رحمہ اللہ نے ایک بڑی مشکل بات لکھی ہے کہ جس کمال کے گمان پر کوئی کسی کو کچھ دے اور اس کے اندر وہ کمال نہ ہو تو لینا جائز نہیں اس لئے کہ اس میں دھوکہ دینا ہے، اس پر ایک صاحب نے شبہ کیا کہ بزرگوں کو لوگ بزرگ سمجھ کر دیتے ہیں اور بزرگ حضرات خود کو بزرگ نہیں سمجھتے تو یہ دھوکہ ہوا، جواب میں فرمایا کہ حضرت امام کا کلام مجمل ہے یہ اس شخص کیلئے ہے جو اپنے آپ کو بناوے اور دھوکہ دینے کیلئے کمال ظاہر کرے، پھر فرمایا کہ امام غزالی رحمہ اللہ ہر تحقیق میں بہت دور پہنچتے ہیں اس لئے احیاء العلوم کے معیار پر کوئی اتر جائے بہت مشکل ہے، حضرت امام کا معیار ہی بہت عالی

ہے، چونکہ خود محتاط ہیں چاہتے ہیں کہ دوسروں کو بھی اسی درجہ پر پہنچا دیں مگر ہم جیسے ضعفاء وہاں کہاں پہنچ سکتے ہیں اس لئے اس وقت مشائخ کو تسہیل کی ضرورت ہے۔

O فرمایا میں نے حضرت مولانا گنگوہی سے ایک دفعہ عرض کیا کہ حضرت کی کچھ کرامتیں بیان فرما دیجئے تا کہ جمع کروں، فرمایا تم نے ایسی چیز کی فرمائش کی کہ میں نے حضرت کو بھی اس نظر سے دیکھا ہی نہیں، پھر فرمایا کہ اگر ہم جمع کرنا چاہتے تو ہزاروں جمع کر لیتے۔ اصل میں صحیح پہچاننے والے اپنے بزرگوں کے یہ حضرات تھے۔

O فرمایا حضرت نے مولانا گنگوہی سے فرمایا مولوی صاحب ہمارے گھر میں سے تم سے مرید ہونا چاہتی ہیں مرید کرلو، مولانا نے عرض کیا حضرت آپ کے ہوتے ہوئے، فرمایا اس کا مدار اعتقاد پر ہے ان کو مجھ سے اعتقاد نہیں تم سے اعتقاد ہے، مولانا نے گھر میں بھی فرمایا کہ حضرت کے ہوتے ہوئے مجھے کیا مناسب ہے، انہوں نے بھی یہی فرمایا کہ مجھے ان سے اعتقاد نہیں تم سے اعتقاد ہے۔

O فرمایا مولانا یعقوب صاحب کو ایک صاحب نے بچپن میں بھی دیکھا تھا انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ یہ ابتدا سے ہی عفیف اور متقی تھے اور ایک صاحب نے یہ بھی بیان کیا کہ جب غدر کی ہڑبونگ ہوئی مولانا کی تنخواہ ڈیڑھ سو روپیہ تھی مدارس کے ڈپٹی انسپکٹر تھے تو چھ مہینہ کی تنخواہ نو سو روپیہ اکٹھی ملنے لگی مگر انکار فرما دیا کہ میں نے کام نہیں کیا حکام نے عرض بھی کیا کہ آپ کام کیلئے آمادہ تو رہے فرمایا نہیں جب کام نہیں کیا تو تنخواہ نہیں لیتا۔

O فرمایا مولانا محمد یعقوب صاحب کا خیال جب دیوبند میں مکان بنانے کا ہوا تو مولانا نے دعا فرمائی چنانچہ اتنی رقم آ گئی کہ اس سے مکان بن گیا پھر خواب میں جنت دیکھی اور اس میں ایک مکان دیکھا نہایت عالی شان مگر اس کا ایک کنگرہ ٹوٹا ہوا ہے پوچھا یہ مکان کس کا ہے؟ تو کسی نے کہا محمد یعقوب کا، پھر پوچھا کہ اس کا کنگرہ ٹوٹا ہوا کیوں ہے؟ جواب ملا انہوں نے دنیا میں مانگ لیا، مولانا کا مقام ادلال یعنی ناز کا تھا عرض کیا کہ حضور اگر کنگرے تو ڑتو ڑ دیئے جائیں گے تو ہم تو سارا مکان کھا جائیں گے آپ کے خزانہ میں کیا کمی ہے اپنے خزانہ سے ہی عطا فرمائیے، پھر معلوم نہیں کیا ہوا۔

O فرمایا مولانا گنگوہی فرماتے تھے کہ حضرت حاجی صاحب کبھی کبھی دہلی تشریف لاتے تھے اور یہ مولانا کی طالب علمی کے زمانہ کا قصہ ہے مولانا اس وقت مولانا محمد یعقوب صاحب کے والد ماجد مولانا

مملوک علی صاحب سے پڑھتے تھے مولانا مملوک علی صاحب درس کے بہت پابند تھے کبھی ناغہ نہ فرماتے تھے مگر ایک بار حضرت حاجی صاحب تشریف لائے تو مولانا نے فرمایا لو بھائی حاجی صاحب آ گئے اب سبق نہ ہوگا تو ہم کو بڑا غصہ آیا کہ یہ کہاں کے حاجی صاحب آئے کہ سبق ہی کا حرج ہوگیا اور یہ خبر نہ تھی کہ ہمیشہ ہی کا سبق چھڑا دیں گے، کیونکہ پھر درس تدریس کا وہ رنگ نہیں رہتا چھڑانے کا یہی مطلب ہے۔

O ایک بزرگ تھے نازوالے، شکستہ حال، پراگندہ ایک شہر کے دروازہ پر پہنچے تو شہر پناہ بند، لوگوں سے پوچھا کہ دن میں شہر پناہ کیوں بند ہے؟ جواب ملا کہ بادشاہ کا باز چھوٹ گیا ہے اس لئے دروازے بند کر دیئے کہ کہیں نکل نہ جائے، آپ نے عرض کیا کہ حضور ایسوں کو تو سلطنت دے رکھی ہے جن میں اتنی بھی عقل نہیں، ایک ہم ہیں عقل بھی، علم بھی مگر ضروریات سے بھی تنگ، اس پر عتاب ہوا اور ارشاد ہوا کیا تم اس پر راضی ہو کہ تمہارا علم و ورع اور افلاس اس کو دے دیا جائے اور اس کی سلطنت اور بے عقلی تم کو دے دی جائے، بس کانپ اٹھے اور توبہ کی۔

فقیہ العصر حضرت مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

پاکستان کا پس منظر

حضرت مفتی صاحب قدس سرہ نے یہ مضمون اگرچہ پاکستان کی پچاسویں یوم آزادی کے موقع پر تحریر فرمایا تھا لیکن آج ساٹھویں یوم آزادی کے موقع پر بھی اس کی اہمیت جوں کی توں برقرار ہے اس لئے ساٹھویں یوم آزادی کے موقع پر بھی ہدیہ قارئین ہے (ادارہ)

بعد الحمد والصلوۃ: عرض آنکہ آج پچاسویں یوم آزادی کے موقع پر آپ حضرات کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں اور مختصراً چند گذارشات پیش خدمت ہیں امید کہ توجہ سے سنی جائیں گی۔

کانگریس کا نظریہ تھا کہ ہندوستان کو تقسیم نہ کیا جائے بلکہ ہندو مسلم دونوں مل کر اپنی اپنی اکثریت و اقلیت کے ماتحت حقوق لے کر ہندوستان کی حکومت چلائیں اور مرکز ایک رہے۔ مسلمانوں کی اکثریت اور سواد اعظم جناب قائد اعظم مسٹر علی جناح صاحب مرحوم کی قیادت میں مسلم لیگ کے

پلیٹ فارم پر پاکستان کا نعرہ بلند کر رہا تھا اور ہندوستان کی تقسیم کا دعویٰ کر رہا تھا اس کا نعرہ تھا:

مسلمانوں کا نعرہ

بٹ کے رہے گا ہندوستان ...... لے کے رہیں گے پاکستان

مسلمانوں کی اکثریت کا نظریہ تھا کہ ہندوستان کے ان صوبوں میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے ایک علیحدہ نظام ہو جس میں مسلمان اپنے کلچر اور تہذیب، اپنی ثقافت اور اپنی ملت کو خود مختارانہ حیثیت سے فروغ دے سکیں، یعنی صوبہ سرحد، پنجاب مع شمول مشرقی پنجاب، سندھ، بنگال، آسام کو علیحدہ کر کے اس کا نام پاکستان رکھا جائے اور ریاست کشمیر بھی مسلمانوں کی اکثریت کی وجہ سے پاکستان میں شامل ہو۔ ان کو اندیشہ تھا کہ اگر ہندوستان کو مشترکہ طور پر آزادی ملی اور مرکز ایک رہا تو چونکہ مرکز میں بوجہ کثرت آبادی ہندوؤں کی اکثریت رہے گی، اس لئے اس وقت پورے برصغیر میں چوتھائی مسلمان کو انگریزوں کی حکومت سے آزاد ہو کر ہمیشہ کیلئے غیر مسلموں کی ماتحتی میں رہنا پڑتا اور اپنے حقوق کے تحفظ کیلئے بھی غیر مسلموں کے رحم و کرم پر ہی انحصار کرنا پڑتا کوئی طاقت ایسی نہ ہوتی جس کی امداد سے مسلمان اپنے حقوق کا بزور تحفظ کر سکتے۔ جمہوریت میں حکومت اسی کی ہوتی ہے جس کی مرکز میں اکثریت ہوتی ہے، تو ایک مرکز کا لازمی نتیجہ غیر مسلموں کی حکومت کا قیام اور مسلمانوں کو ان کا محکوم اور تابع ہونے کی صورت میں نکلتا، اس لئے مسلمانوں کا مطالبہ تھا کہ صوبوں کی حکومتوں کی طرح مرکز میں بھی جن صوبوں کی اکثریت مسلم ہے ان کا مرکز علیحدہ ہو اور جن صوبوں کی آبادی غیر مسلموں پر مشتمل اور ان کی اکثریت ہے وہاں غیر مسلم مرکز ہو۔

اس پر برطانیہ حکومت نے کئی کمیشن اور فارمولے پیش کئے ان میں ''کرپس فارمولا'' مشہور ہے، جس کو برطانیہ نے اپنے نمائندہ بنا کر بھیجا اور مسلم لیگ اور کانگریس میں مفاہمت کی کوشش کی، شملہ میں ان کے اجلاس ہوتے رہے اور ایک حد تک اس پر تقریباً اتفاق ہو رہا تھا کہ جواہر لال نہرو نے ایسا بیان دے دیا جس سے مسلم لیگ کو ان کے وعدوں پر اطمینان نہ رہا اور پھر مطالبہ پاکستان منوانے کیلئے ۱۹۴۵ء، ۱۹۴۶ء میں مرکزی اور صوبائی تمام ہندوستان میں انتخاب کرائے گئے جس میں عوام مسلمانوں کے علاوہ علماء کرام اور مشائخ عظام نے بھی بھرپور حصہ لیا اور کانگریس کے مقابلہ میں مسلم لیگ کو زبردست کامیابی حاصل ہوئی اور برطانیہ کو مطالبہ پاکستان تسلیم کرنا پڑا۔

مسلم لیگ ۱۹۴۰ء میں قرارداد پاکستان لاہور میں منظور کرچکی تھی، ۳ جون ۱۹۴۷ء کو اس کا اعلان سرکاری طور پر کردیا، اور ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو کراچی اور ڈھاکہ میں پرچم کشائی کی رسم ادا کی گئی اور مسلمانوں کو ایک خطہ میں علیحدہ مملکت حاصل ہوگئی۔

قائداعظمؒ نے علماء کے اعزاز کے طور پر دونوں حصوں میں علماء کرام سے پہلی پرچم کشائی کی رسم ادا کرائی، کراچی میں ان کی موجودگی میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور ڈھاکہ میں شیخ الاسلام علامہ ظفر احمد عثمانیؒ نے یہ رسم ادا فرمائی۔

یہ خداداد مملکت پاکستان خداتعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت عظمیٰ اور غنیمت کبریٰ ہے، جو مسلمانوں کی اکثریت کی محنتوں اور جانی مالی قربانیوں سے حاصل ہوئی، ہر مکتب فکر کے علماء ومشائخ اور عوام مسلمانوں کی جدوجہد اور ووٹوں سے اس کا حاصل ہونا ممکن ہوا۔

جس وقت یہ پاکستان معرض وجود میں آیا اس میں ان خالص مسلمانوں کے ووٹ استعمال کئے گئے اور ان صوبوں کے مسلمانوں نے بھی اس کیلئے اپنے ووٹ دیئے جن کو یہ یقین نہ تھا کہ ہمارا صوبہ پاکستان میں شامل نہیں ہوگا مگر ان کی تمنا یہ تھی کہ برصغیر میں ایک مسلمان حکومت کا قیام عمل میں آرہا ہے، ان کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے اور ان کے حقوق کے تحفظ کی ذمہ داری بھی پاکستان پر ہی عائد ہوتی ہے، اور لیاقت نہرو معاہدہ میں ایک حد تک مسلم لیگ نے یہ ذمہ داری پوری کرنے کی کوشش بھی کی، مگر بعد میں ایسے حالات پیدا ہوئے کہ ملک کا ایک بہت بڑا حصہ علیحدہ ہوگیا ۱۹۴۷ء میں جو مسلم سلطنت (پاکستان) قائم ہوئی سب سے بڑی سلطنت تھی اب پچاس سال کے پورے ہونے پر ۱۹۴۷ء میں وہ شاید دنیا کی تیسری مسلم سلطنت بن گئی۔

اس کی حفاظت ہر مسلمان کی ذمہ داری اور شرعی فرض ہے، اس کے استحکام کیلئے مسلمانوں کو ہر قسم کی قربانیوں کیلئے تیار ہی نہیں بلکہ عملی مظاہرہ کرنا چاہئے، اور اسلاف خصوصاً مسلم لیگ کے حق میں دعاء کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی کو قبول فرمائیں وہ ہمیں اتنی بڑی سلطنت بنا کر دے گئے کہ اس میں ہم جس طرح چاہیں اسلامی احکامات کو نافذ کرسکتے ہیں اور شریعت محمدیہ ﷺ کا نفاذ ہی مسلم لیگ کا منشور تھا۔

آج کا دن خوشی کا بھی اور احتساب کا بھی ہر شخص کو اپنا احتساب کرنا چاہئے کہ وہ اس

خداوند تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت کی کس قدر خدمت کر رہا ہے اور اس کے استحکام اور پائیداری کیلئے کتنی محنت کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس خوشی کے ساتھ اس کی حفاظت کی توفیق عنایت فرمائیں۔ آمین

امید ہے کہ میری سمع خراشی کو معاف فرمایا جائے گا اور اس پر غور کر کے عمل کیا جائے گا حاضرین خصوصاً اے۔سی صاحب اور رائیس۔ایچ۔او، اور دوسرے عمائدین حکومت اور معزز سامعین کا تہہ دل سے شکر گذار ہوں کہ انہوں نے میری گذارش کو شرف قبول عطا فرمایا اور غور سے سنا۔

اسلام .... زندہ باد

پاکستان .... پائندہ باد۔

والسلام

سید عبدالشکور ترمذی

فقیہ العصر حضرت مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

شرعی ضابطہ رؤیت اور ہلال کمیٹی کی شرعی حیثیت

ایک جگہ چاند نظر آنے کی صورت میں اس پر پورے ملک میں عمل کرنے کا شرعی ضابطہ

تمام مسلمانوں کو عموماً اور علماء کرام نیز اراکین ہلال کمیٹی کیلئے خصوصیت کے ساتھ اس پر توجہ کرنے اور مسئلہ کی خالص اسلامی شرعی حیثیت پر غور و فکر کی ضرورت ہے کہ ایک جگہ چاند نظر آنے کی صورت میں پورے ملک میں اس پر عمل کرنے، روزہ رکھنے یا عید کرنے کیلئے اسلامی شریعت کی رو سے کیا ضابطہ مقرر کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے اس پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے کہ چاند کے نظر آنے کا فیصلہ رؤیت ہلال کے مسلمہ شرعی قانون شہادت کے عین مطابق اور اس کے تمام تقاضوں

کو پورا کر رہا ہو، پھر اس فیصلہ کے اعلان کا طریقہ بھی شرعی قاعدہ کے موافق ہونا ضروری ہے، یہ کام ارا کین ہلال کمیٹی کا ہے اس لئے ہلال کمیٹی میں ایسے ارا کین کا وجود بھی ضروری ہے جو فقہ اسلامی کے مسلمہ ضابطہ شہادت پر عبور رکھتے ہوں۔

ان دو باتوں کی پابندی کے ساتھ رؤیت ہلال کا اعلان کیا جائے گا تو ایک جگہ چاند نظر آنے کی صورت میں اس پر پورے ملک میں عمل کرنا لازم ہو جائے گا۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ چاند دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھنے پر عید کرو، اس ارشاد گرامی میں مطلق رؤیت ہلال اور چاند کے دیکھنے پر روزہ اور عید کا حکم دیا گیا ہے خواہ کسی جگہ بھی چاند دیکھا گیا ہو، ایک جگہ کی رؤیت اور چاند کے دیکھنے پر تمام بالغ مسلمانوں کو روزہ اور عید کا مکلف کر دیا گیا ہے، ہر ہر جگہ یا ہر ہر شخص کے چاند دیکھنے پر روزہ اور عید کو موقوف نہیں رکھا گیا، اس لئے ملک کے کسی دور دراز حصہ میں بھی اگر شرعی ضابطہ رؤیت کے مطابق چاند دیکھنے کا فیصلہ ہو گیا اور اس کا اعلان بھی شرعی ضابطہ کار کے موافق ہوا ہو تو اس پر پورے ملک میں عمل درآمد کرنا ضروری ہو جائے گا اور یہ عذر مسموع نہ ہوگا کہ ہم نے بچشم خود چاند نہیں دیکھا یا یہ کہ ہمارے شہر یا قرب و جوار میں چاند نظر نہیں آیا۔

رؤیت ہلال کیلئے شرعی ضابطہ شہادت

گواہوں کیلئے ضروری ہے کہ ان میں اوصاف شہادت ان کا مسلمان ہونا، بالغ، بینا اور عادل ہونا پائے جاتے ہوں، نیز لفظ اَشْهَدُ سے مجلس قاضی، حاکم مسلم میں شہادت دیں، اور وہ اپنے چاند دیکھنے کی شہادت دیں یا کسی قاضی، حاکم مسلم کے سامنے گواہ پیش ہونے اور اس پر قاضی، حاکم مسلم کے فیصلہ رؤیت کی شہادت دیں، سنی سنائی بات نہ ہو، آنکھوں دیکھا واقعہ کا بیان اور چاند دیکھنے یا فیصلہ حاکم مسلم کی شہادت دیں۔

تیسری صورت یہ ہے کہ کسی کی شہادت پر شہادت دیں، یعنی جس شخص نے چاند دیکھا ہے وہ کسی معقول عذر کی وجہ سے مجلس قاضی، حاکم مسلم میں حاضری سے معذور ہے تو وہ دو گواہ اس پر بنائے کہ میں نے چاند دیکھا ہے تم میری اس گواہی کے گواہ بن جاؤ اور قاضی کی مجلس میں میری شہادت پہنچا دو، جب قاضی، مسلم حاکم کی مجلس میں یہ دو گواہ چاند دیکھنے والے کی شہادت پر شہادت دیں گے تو ان دونوں کی شہادت اس ایک شخص کے قائم مقام ہو جائے گی، اس شہادت علی الشہادت کی مزید

تفصیلات کتب فقہ اسلامی سے معلوم کی جا سکتی ہیں۔

نصاب شہادت

چاند کے ثبوت کیلئے گواہوں کی وہ مقررہ شرعی تعداد جس کے بغیر چاند کے نظر آنے کا شرعی طور پر ثبوت نہیں ہو سکتا اس کو نصاب شہادت کہتے ہیں، اس کی مختصر تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) اگر مطلع صاف نہ ہو یعنی کوئی بادل، کوئی غبار یا دھواں وغیرہ افق پر ایسا چھایا ہوا ہو جو چاند کو چھپا سکے تو رمضان المبارک کے چاند کے علاوہ عیدین سمیت دوسرے تمام مہینوں کیلئے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت ضروری ہے بشرطیکہ شاہدوں میں مذکورہ اوصاف شہادت موجود ہوں۔

(۲) اگر مطلع صاف ہو تو ایسی حالت میں عیدین کے چاند کیلئے صرف دو چار گواہوں کے اس بیان کا اعتبار نہ ہوگا کہ ہم نے چاند دیکھا ہے بلکہ اس صورت میں جم غفیر یعنی بڑی جماعت کی گواہی ضروری ہوگی جو مختلف اطراف سے آئے ہوں اور اپنی اپنی جگہ چاند دیکھنا بیان کرتے ہوں۔

(۳) ہلال رمضان وعیدین کے علاوہ باقی نو مہینوں کے چاند میں خواہ مطلع صاف ہو یا نہ صاف ہو بہر دو صورت دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت سے چاند کا ثبوت ہو جاتا ہے (شامی ج ۲)

(۴) اب رہا معاملہ رمضان المبارک کے چاند کا تو مطلع صاف ہونے کی صورت میں دوسرے تمام چاندوں کی طرح جم غفیر یعنی بڑی جماعت کی شہادت ضروری ہے، دو چار آدمیوں کی شہادت کا اعتبار نہیں ہے، البتہ مطلع ناصاف ہونے کی صورت میں صرف رمضان المبارک کی خصوصیت ہے کہ صرف ایک ثقہ مسلمان مرد یا ایک ثقہ مسلمان عورت کی شہادت سے رمضان المبارک کے چاند کا ثبوت ہو جاتا ہے (کنز)

عام طور پر چاند کے دیکھنے کے معاملہ کو رسول اللہ ﷺ نے شہادت کا معاملہ قرار دیا ہے، اس لئے تمام چاندوں میں شرائط شہادت کا لحاظ رکھا گیا ہے، مگر رمضان المبارک کے چاند میں خبر کو کافی سمجھا گیا ہے بشرطیکہ خبر دینے والا ثقہ مسلمان ہو، ترمذی، ابوداؤد، نسائی وغیرہ میں ایک اعرابی اور ابوداؤد کی روایت میں حضرت ابن عمر کی روایت سے ثابت ہے کہ صرف ایک ثقہ مسلمان کی خبر پر آنحضرت ﷺ نے رمضان المبارک کے شروع کرنے اور روزہ رکھنے کا اعلان فرما دیا، سنن دارقطنی میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عید کے چاند کیلئے دو آدمیوں سے کم کی شہادت کافی نہیں قرار دی (شرح وقایہ ص ۳۰۹ ج ۱)

ایسی ہی احادیث کے پیش نظر فقہاء اسلام نے وہ ضابطہ شہادت مقرر کیا ہے جس کی مختصر تفصیل سطور بالا میں لکھ دی گئی ہے۔

(۵) استفاضہ خبر، اس کی شرط یہ ہے کہ مختلف اطراف سے مختلف آدمی یہ بیان کریں کہ ہم نے چاند خود دیکھا ہے اور یہ کہ ہمارے سامنے فلاں شہر کے قاضی نے چاند دیکھنے کی شہادت قبول کر کے چاند ہو جانے کا فیصلہ کیا ہے۔ جب ایسا بیان دینے والوں کی تعداد اتنی ہو جائے کہ عقلاً ان کے جھوٹے ہونے کا کوئی احتمال نہ رہے تو اس خبر مستفیض پر روزہ اور عید دونوں میں عمل جائز ہے، اس میں نہ شہادت شرط ہے نہ شرائط شہادت ضروری، اس لئے اگر ملک کے مختلف حصوں اور سمتوں سے دس بیس ٹیلیفون وغیرہ کے ذریعہ چاند دیکھنے والوں کی طرف سے اطمینان بخش خبریں آ جائیں تو ان پر اطمینان کیا جا سکتا ہے (از شامی ج ۲)

ہلال رمضان میں چونکہ شہادت یا استفاضہ خبر دونوں شرط نہیں ہیں ایک ثقہ مسلمان کی خبر بھی کافی ہے اس لئے خط اور ٹیلیفون کی خبروں پر اس شرط کے ساتھ عمل کرنا درست ہے کہ خبر دینے والے کا خط یا آواز پہچانی جائے اور وہ بچشم خود دیکھنا بیان کرے اور جس کے سامنے یہ خبر بیان کی جا رہی ہے وہ اس کو پہچانتا ہو ٹیلیگرام اور وائرلیس سے آئی ہوئی خبروں میں چونکہ خبر دینے والے کی شناخت نہیں ہو سکتی اس لئے ان کی خبروں سے ہلال ثابت نہ ہوگا۔

ٹیلیفون وغیرہ آلات جدیدہ

شرعی ضابطہ رؤیت کے مطابق شاہد کیلئے ضروری ہے کہ قاضی، حاکم مسلم کی مجلس میں خود حاضر ہو کر شہادت دے، پس پردہ یا دور سے بذریعہ خط یا ٹیلیفون یا وائرلیس، ریڈیو وغیرہ جدید آلات کے ذریعہ کوئی شہادت دے تو وہ شہادت نہیں بلکہ محض ایک خبر ہے، جن معاملات و مسائل میں خبر کافی ہے ان میں اس پر عمل کرنا جائز ہوگا اور جن معاملات میں ثبوت کیلئے شہادت ضروری ہے ان میں یہ خبر کافی نہ سمجھی جائے گی اگرچہ آواز پہچانی جائے اور بولنے والا ثقہ اور قابل شہادت ہو۔

آج کی موجودہ عدالتوں میں بھی یہ شرط ضروری سمجھی گئی ہے، کوئی جج کسی گواہ کا بیان ٹیلیفون یا ریڈیو وغیرہ پر شہادت کیلئے کافی نہیں سمجھتا بلکہ سامنے آ کر بیان دینے کو ضروری سمجھا جاتا ہے، ان آلات کے ذریعہ چونکہ شہادت کی شرط شاہد کا قاضی، حاکم مسلم کے روبرو ہونا نہیں پایا جاتا اس لئے ان

سے چاند کا ثبوت نہیں ہوتا۔

ہلال کمیٹی کے اعلان کی شرعی حیثیت

ہلال کمیٹی اگر شہادت کے مذکورہ شرعی ضابطہ اور نصاب شہادت کو ملحوظ رکھ کر چاند کے نظر آنے کا اعلان کرتی ہے تو یہ اعلان شرعی حیثیت سے اس کمیٹی کے دائرہ اختیار اور حدود ولایت میں نافذ العمل ہوگا، ضلعی کمیٹی کا حکم ضلع اور صوبائی کمیٹی کا حکم صوبہ میں نافذ العمل ہوگا، اور اگر کمیٹی کو مرکزی حکومت کی طرف سے یہ اختیار دیا گیا ہوگا تو اس کے اعلان پر پورے ملک میں عمل کرنا، روزہ رکھنا اور عید کرنا ضروری ہوگا، اس کی مخالفت شرعی حکم کی مخالفت کی وجہ سے معصیت اور گناہ ہوگا، مگر یہ اعلان واضح اور صاف طریقہ سے ہونا چاہیے کہ اعلان کی شرعی بنیاد یہ ہے اور ہلال کا ثبوت فلاں شرعی طریقہ سے ہوا ہے۔ لیکن اگر ہلال کمیٹی کے اعلان میں شرعی سقم ہو یا ثبوت ہلال میں شرعی ضابطہ ہلال کا لحاظ نہ رکھا گیا ہو، مثلاً مطلع صاف ہونے کی صورت میں صرف ایک شہادت کی بنیاد پر رمضان المبارک کے چاند کا اعلان کردیا گیا یا جس جگہ شہادت کی ضرورت ہو ٹیلیفون پر شہادت لے لی گئی تو اس طرح کے اعلان کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے، اس پر عمل کرنا واجب نہ ہوگا، نہ اس کی مخالفت سے معصیت اور گناہ لازم آئے گا۔

ٹیلیفون، ریڈیو وغیرہ آلات جدیدہ کے ذریعہ اگرچہ شہادت ادا نہیں کی جاسکتی لیکن جب شرعی ضابطہ کے مطابق شہادت سے چاند کا ثبوت اور فیصلہ ہوجائے تو اب ان آلات جدیدہ ٹیلیفون اور ریڈیو ٹیلیویژن وغیرہ کے ذریعہ اس فیصلہ کا اعلان شرعاً معتبر ہوگا اور اعلان کنندہ کے اپنے حدود ولایت اور دائرہ اختیار میں اس پر عمل کرنا ضروری ہوگا، جس طرح ایک شہر کے قاضی، حاکم مسلم کا فیصلہ اس شہر اور اس کے مضافات کیلئے واجب العمل ہے، اگر کوئی قاضی یا ہلال کمیٹی ضلع یا صوبہ یا پورے ملک کیلئے ہو تو اس کا فیصلہ اپنے اپنے حدود ولایت میں واجب العمل ہوگا، اس لئے جو فیصلہ مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کی طرف سے ریڈیو پر نشر کیا جائے اور اس میں مذکورہ صدر شرعی ضابطہ شہادت سے کام لیا گیا ہو وہ پورے ملک کیلئے نافذ العمل ہوگا بشرطیکہ کوئی علاقہ ایسا نہ ہو جہاں اختلاف مطالع کا اعتبار کرنا اس لئے ضروری ہو کہ اس کے عدم اعتبار سے کسی جگہ مہینہ ۲۸ دن کا اور کسی جگہ ۳۱ کا ہونا لازم آتا ہو۔

اوپر گزر چکا ہے کہ ضلعی اور صوبائی کمیٹیوں کا فیصلہ ان کی اپنی حدود ولایت میں نافذ ہوگا اور مرکزی کمیٹی کا فیصلہ اس کو ولایت عامہ حاصل ہونے کی وجہ سے پورے پاکستان کیلئے موجب عمل ہوگا،

البتہ ضلعی یا صوبائی کمیٹیوں کے فیصلوں کو دو معتبر شہادتوں کے ساتھ مرکزی کمیٹی تک پہنچادیا جائے جس کو شہادت علی القضاء کہتے ہیں، یا یہ فیصلے بطور استفاضہ خبر کے مرکزی کمیٹی تک پہنچ جائیں اور مرکزی کمیٹی اس کو اپنے اختیار سے نافذ کردے تو اس صورت میں ضلعی اور صوبائی کمیٹیوں کا فیصلہ بھی تمام ملک کیلئے واجب العمل ہوگا، صرف ٹیلیفون وغیرہ کے ذریعہ مرکزی کمیٹی تک فیصلہ کی خبر دے دینا پورے ملک میں نافذ العمل ہونے کیلئے شرعاً کافی نہیں ہے، آج کل کے تیز رفتار سواریوں کے دور میں ہوائی جہاز وغیرہ کے ذریعہ مرکزی کمیٹی تک ضلعی یا صوبائی کمیٹیوں کے فیصلوں کو بروقت پہنچادینا کوئی مشکل کام نہیں ہے، شرعی مسئلہ کیلئے حکومت کو بھی اس بوجھ کا برداشت کرلینا نہایت آسان ہے۔ ہاں اگر ضلعی، صوبائی کمیٹیوں کو مرکزی ہلال کمیٹی نے بنایا ہو اور ان کو فیصلہ کا اختیار بھی دیا ہو تو پھر ان کمیٹیوں کے فیصلے کا بذریعہ ٹیلیفون مرکزی کمیٹی تک پہنچ جانا بھی معتبر ہوگا۔

یہ تو ہوا رؤیت ہلال کے ثبوت کا شرعی طریقہ اور اس کے اعلان کے معتبر ہونے کا بیان، اب رہا یہ کہ ہلال کمیٹی کے پاس رؤیت کی کوئی شہادت نہیں پہنچی یا پہنچی تو ہے مگر وہ شرعاً قابل اعتبار نہ تھی تو ایسی صورت میں ہلال کمیٹی کی طرف سے یہ اعلان کردیا جاتا ہے کہ چاند نظر نہیں آیا، حالانکہ اس فیصلہ کیلئے کہ "چاند نظر نہیں آیا" ملک کے ہر ہر شہر، قریہ اور تمام حصوں میں چاند کے دیکھنے کا بڑا وسیع اہتمام کرنے کی ضرورت ہے کہ ملک کا کوئی گوشہ ایسا نہ رہا ہو کہ جس میں یہ احتمال باقی رہ گیا ہو کہ شاید اس حصہ میں چاند نظر آ گیا ہو، ظاہر ہے کہ اتنے وسیع پیمانہ پر چاند دیکھنے کا انتظام عملی طور پر اس وقت نہیں پایا جاتا اور اس یقین کی کوئی شرعی بنیاد مرکزی ہلال کمیٹی کے پاس موجود نہیں ہوتی کہ ملک کے کسی گوشہ میں بھی چاند نظر نہیں آیا، اسی لئے گزشتہ سے پیوستہ سال میں بقرہ عید کے چاند کے نہ ہونے کے اعلان کے باوجود بعد میں چاند نظر آنے کے ثبوت کی بناء پر کمیٹی کو اپنا فیصلہ بدلنا پڑا تھا، اس لئے نفی رؤیت کے اعلان میں بہت زیادہ محتاط انداز بیان اختیار کرنا لازمی ہے، مثلاً اس طرح اعلان کیا جائے کہ "اب تک کی جستجو اور تلاش سے چاند دیکھنے کا کوئی شرعی ثبوت نہیں مل سکا، طلب وجستجو کا سلسلہ جاری ہے، جب شرعی ثبوت ملے گا اس کا اعلان کردیا جائے گا" اس اعلان کے بعد حسب سابق عمل جاری رہے یعنی ۲۹ رمضان کی صورت میں تراویح پڑھی اور روزہ رکھا جائے اور شعبان کی ۲۹ ہو تو یوم شک کے احکام پر عمل کیا جائے اور کمیٹی اپنے ممکنہ ذرائع اور وسائل کو عمل میں لاکر چاند دیکھنے کا ثبوت مہیا کرنے میں مصروف رہے،

شب وروز یہ سلسلہ ثبوت مہیا کرنے کا جاری رہے اور ذی الحجہ کے چاند میں تو یہ سلسلہ نو روز تک جاری رہ سکتا ہے، ۲۹ تاریخ کو اور وہ بھی رات کے پہلے ہی حصہ میں نفی رؤیت کا اعلان کردینا کسی طرح بھی قاعدہ شرعی پر منطبق نہیں ہوتا۔

اس تمام تر جدوجہد کے باوجود بھی اگر کوئی شرعی ثبوت رؤیت کا مہیا نہ ہوسکا اور مرکزی کمیٹی چاند دیکھنے کا اعلان کرنے میں کامیاب نہ ہوسکی اور فرض کیجئے ملک کے کسی حصہ میں شرعی طریقہ پر چاند نظر آنے کا ثبوت ہوجائے اور مرکزی کمیٹی تک اس کی اطلاع شرعی طریقہ سے نہ پہنچ سکی ہو تو ایسی صورت میں کمیٹی پر کسی طرح کی داروگیر اور ملامت کا حق حاصل نہیں ہے اور جس حصہ ملک میں ثبوت شرعی کے بعد رمضان وعید کا ثبوت ہوگیا ہو ان کو اپنے شرعی ثبوت کے مطابق عمل کرنا لازم ہے۔

فقط

۱۲؍رمضان ۱۴۰۴ھ

خطاب: حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہم

ضبط وترتیب: مولوی عبدالتواب صاحب

لال مسجد انتظامیہ اور حکومت کے درمیان مذاکرات کیوں ناکام ہوئے؟

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد میں واقع جامعہ حفصہ اور لال مسجد کے حالیہ المناک سانحہ کے موقع پر لال مسجد انتظامیہ اور حکومت کے مابین مصالحت کی وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے علماء کرام نے بہت کوششیں کیں اور مصالحتی فارمولا متفقہ طور پر طے ہوگیا مگر اسے اچانک کالعدم کردیا گیا، مفتی اعظم پاکستان وصدر جامعہ دارالعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم ان مذاکرات میں شروع سے آخر تک اہتمام کے ساتھ شریک تھے حضرت نے اپنے مشاہدات کی روشنی میں اپنے جمعہ کے خطاب میں پیش آمدہ حالات اور ان کی وجوہ واسباب پر مشتمل فکرانگیز اور چشم کشا تفصیلات بیان فرمائیں۔

بزرگان محترم وبرادران عزیز!

مجھے معلوم ہے کہ آپ حضرات لال مسجد سے متعلق حالات جاننے کیلئے بے تاب ہیں اور یہ جوخونی کھیل کھیلا گیا ہے اس سے رنجیدہ اور بے تاب ہوں گے، یقیناً پورا پاکستان بے تاب ہے، اخبارات، ریڈیو ٹیلیویژن کے ذریعے واقعات بڑی حد تک آپ حضرات کے سامنے آچکے ہیں --- لیکن ہمیں میڈیا سے شکایت ہے اور اپنے ذرائع ابلاغ سے بھی شکایت ہے کہ حق بات کو جتنا کھول کر بیان کرنا چاہیے اتنا کھول کر بیان نہیں کرتے، بات کو دوٹوک انداز میں واضح نہیں کرتے بلکہ گنجلک چھوڑ دیتے ہیں اور بعض ذرائع ابلاغ نے تو اس سانحہ کے موقع پر معاندانہ روش اختیار کر رکھی ہے، خاص طور پر علماء، دیندار طبقہ اور باوقار شخصیات کے خلاف ایسی روش اختیار کر رکھی ہے جیسے کسی دشمن کے خلاف ہوتی ہے، یہ ایک المناک صورت حال ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے نجات عطا فرمائے، اللّٰھم انا نجعلك في نحورھم ونعوذبك من شرورھم۔

اس صورت حال کی فریاد ہم اللہ کے سوا کسی سے نہیں کرسکتے کیونکہ ہمارے پاس طاقت نہیں، فوج نہیں، اسلحہ نہیں---اور اسلحہ کا استعمال اپنی حکومت کے خلاف جائز بھی نہیں، ان حالات میں سوائے اس کے کوئی اور چارۂ کار ہمارے پاس نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی سے فریاد کریں اور اسی سے پناہ طلب کریں اور اپنے اپنے گناہوں سے اللہ تعالیٰ کے حضور صدق دل سے توبہ کریں، کیونکہ جتنے مصائب آتے ہیں، جتنی مشکلات اور مصیبتیں آتی ہیں وہ خود انسانوں کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہوتی ہیں، ہمارے پاکستان میں سرکاری سطح سے لے کر نچلی سطح تک جس بڑے پیمانے پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہورہی ہے تو ایسے حالات میں جو بھی حوادث اور سانحات پیش آجائیں وہ غیر متوقع نہیں---ابھی بارش اور ہواؤں کا طوفان چل ہی رہا تھا اور ملک کا تقریباً آدھا حصہ اس میں تباہی کا شکار ہورہا تھا کہ یہ دوسرا مسئلہ لال مسجد کا کھڑا ہوگیا انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ میں بار بار کہہ چکا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ سارے فتنے پہلے ہی بتادیے تھے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا جب ایک فتنہ ختم نہیں ہوگا دوسرا آجائے گا، دوسرا ختم نہیں ہوگا کہ تیسرا، فتنے آئے دن لگاتار ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر آئیں گے۔

۱۲ مئی کو بے گناہوں کے خون کی جو ہولی کھیلی گئی جسے پوری دنیا میں ٹی وی نے نشر کیا، سب

نے دیکھ لیا حتیٰ کہ قتل کرنے والے لوگوں کے چہرے بھی دکھادئے گئے، لیکن آج تک ان میں سے کوئی نہیں پکڑا گیا، گویا کہ کچھ ہوا ہی نہیں، جبکہ لال مسجد والوں نے مطالبات بہت اچھے کئے تھے جو ہمارے دین اور ایمان کا تقاضا ہے، لیکن طریقہ جو انہوں نے اختیار کیا وہ بزرگوں اور علماء کے طریقے کے خلاف تھا سب نے ان کو اس غلط طریقہ کار کو اپنانے پر ٹوکا، سمجھایا مگر وہ نہیں مانے -- لیکن پھر بھی ان کا جرم کیا تھا؟ اور طریقہ جو غلط تھا وہ کیا تھا؟ بچوں کی لائبریری پر انہوں نے جو قبضہ کیا تھا ہم مانتے ہیں کہ وہ غلط تھا۔

بدکاری کے اڈے کو چلانے والی ایک خاتون کو انہوں نے پکڑا تھا، اس کے خلاف مطالبہ کرنا اور جو کوشش ہو سکتی تھی جائز ذرائع سے، قانونی طریقے سے ایسی کوششیں کرنا برحق تھا، لیکن اسے خود پکڑنا غلط تھا، ان کا کہنا یہ ہے کہ برسوں سے اس محلّہ کے لوگ پولیس اور انتظامیہ کے پاس شکایتیں لے کر جارہے تھے مگر کوئی شنوائی نہیں ہو رہی تھی، اڈہ معمول کے مطابق چل رہا تھا، محلے کے لوگ پریشان تھے، شرفاء پریشان تھے، رات میں کتنے ہی بدکاری کرنے والے یہاں آتے تھے، اور ایک لڑکی نے تو آکر اپنی یہ دردناک داستان بھی سنائی تھی کہ ''اس کو دھوکے سے اس اڈے پر لے جایا گیا پھر زبردستی اس کی عزت لوٹی گئی اور اس کے برہنہ فوٹو اتارے گئے اور اس کو کہا گیا کہ اب تم ماں باپ کو بتاؤ گی تو فوٹو ہم شائع کردیں گے اور پھر اس کو بلیک میل کرتے رہے اور بار بار اس کی عزت لوٹنے کیلئے بلاتے رہے اور یہ بیچاری مجبور تھی فریاد لے کر جامعہ حفصہ میں آئی''۔

لیکن ان تمام کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ شمیم نام کی عورت کو انہوں نے پکڑا یہ غلط تھا، یہ کام ان کا نہیں تھا، اگر حکومت نہیں پکڑ رہی تھی تو آپ اخبارات میں دیتے، کچھ اور طریقہ اختیار کرتے لیکن یہ کام آپ کی حد سے باہر تھا، اس سے فتنہ پھیلتا لڑائی ہوتی اور حکومت سختی پر آمادہ ہوتی، اور حکومت جن لوگوں کے ہاتھ میں ہے وہ آپ کو معلوم ہے! پھر نتیجہ جو کچھ نکلنا تھا وہ نکلا۔

دوسرا کام انہوں نے یہ کیا کہ مساج (Massag) سینٹر (مخلوط مساج سینٹر جس میں بدن پر مالش کی جاتی ہے) مالش کرنے والی کون ہیں؟ چینی عورتیں اور کروانے والے کون ہیں؟ مسلمان مرد، اسلام آباد کے مرد، تقریباً ننگے ہو کر یہ مساج ہوتا ہے، تو یہ قانون کے بھی خلاف تھا، آئین پاکستان کے بھی خلاف تھا اور دینی تعلیمات و روایات کے بھی خلاف تھا، ہر اعتبار سے جرم تھا، جنہوں نے اس سینٹر کو لائسنس دیا تھا انہوں نے بھی جرم کیا تھا، لال مسجد والوں کی غلطی بس یہ تھی کہ وہ ان چینی عورتوں کو

پکڑ کر اپنے پاس لے آئے اور برقعہ پہنا کر واپس کر دیا۔

چوتھا کام یہ ہوا کہ پولیس کے آدمیوں نے لال مسجد کے طلبہ کو گرفتار کیا تو انہوں نے جواباً پولیس والوں کو گرفتار کیا---یہ چوتھی غلطی تھی تو غازی برادران کی کل غلطیاں کتنی ہوئیں؟ ایک یہ کہ شمیم کو پکڑ کر لائے مگر مارے پیٹے بغیر ان کو واپس کر دیا، دوسری یہ کہ چینی مساج سینٹر کی خواتین کو لے کر آئے اور ان کو مارے پیٹے بغیر واپس کر دیا، تیسری یہ کہ اپنے طلباء کو چھڑانے کیلئے پولیس کے بعض لوگوں کو پکڑا، چوتھی غلطی یہ تھی کہ لائبریری پر قبضہ کیا، یہ چاروں غلطیاں ہم مانتے ہیں، ہم ان کی کوئی تاویل نہیں کرتے، ہم ان کو بتاتے رہے کہ تم غلط کر رہے ہو، تمہیں یہ حق نہیں پہنچتا، حکومت کے اندر حکومت قائم کرنا، ریاست کے اندر ریاست قائم کرنا، قانون کو اپنے ہاتھ میں لینا ہے، اس کو شریعت جائز نہیں کہتی۔

عجیب بات ہے کہ --- آج مغربی دنیا، ہمارے قلم کار، کالم نگار، صحافی، اخبارات اور دیگر ذرائع ابلاغ یہ کہہ رہے ہیں کہ دیکھئے مدرسے بدنام ہو گئے، مدرسے ایسے ہوتے ہیں، لاقانونیت پھیلانے والے ہوتے ہیں، اسلحہ بندی کرنے والے ہوتے ہیں، زبردستی کرنے والے ہوتے ہیں، تشدد پسند ہوتے ہیں، انتہاپسند ہوتے ہیں تو مدارس کے بارے میں دنیا میں کیا تصور قائم ہوگا؟ مجھ سے ایک ٹی وی والوں نے اسی قسم کا ایک سوال کیا تو میں نے کہا کہ مجھے تعجب ہے کہ آپ یہ بات کہہ رہے ہیں حالانکہ یہ بات آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ جامعہ حفصہ کی ان چار باتوں کو سب نے مل کر غلط کہا جس پر ذرائع ابلاغ گواہ ہیں۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے جو مدارس ملحق ہیں ان میں جامعہ فریدیہ (اور طالبات کیلئے جس کے کیمپس کا نام جامعہ حفصہ تھا) ایک بڑا مدرسہ تھا، اس میں اور اس کی شاخوں میں تقریباً دس ہزار طلباء و طالبات زیر تعلیم تھیں لیکن وفاق المدارس نے صرف اس وجہ سے اس مدرسہ کے الحاق کو ختم کر دیا کہ وفاق المدارس ان کی اس لاقانونیت کو صحیح نہیں سمجھتا تھا، اس انتہاپسندی کو صحیح نہیں سمجھتا تھا۔ --- اس تشدد کو جائز نہیں کہتا تھا، چنانچہ وفاق المدارس نے صرف اسی وجہ سے اس مدرسے کا رجسٹریشن منسوخ کر دیا، اساتذہ، طلبہ و طالبات کی درخواستیں اور فون مسلسل آتے رہے کہ ہمارا سال ضائع ہونے سے بچا لیجئے، لیکن ہم نے کہا نہیں، حالانکہ کاروائی جامعہ حفصہ میں ہو رہی تھی لیکن کاروائی کرنے

والے چونکہ مولانا عبدالعزیز صاحب تھے، وہی جامعہ حفصہ کے بھی مہتمم تھے اور جامعہ فریدیہ کے بھی، اسلئے ہم نے جامعہ فریدیہ کے الحاق کو بھی منسوخ کردیا اور ان کے طلباء و طالبات کو بھی سالانہ امتحان میں شامل کرنے سے انکار کردیا، یہ ایک بہت مشکل فیصلہ تھا مگر ہمیں کرنا پڑا۔

وفاق المدارس نے اپنا اعلامیہ بار بار شائع کیا، یہ سب باتیں جو میں غازی برادران کی غلطیوں کے بارے میں کہہ رہا ہوں وفاق المدارس نے اپنے اعلامیہ میں بیان کردی تھیں، کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وفاق المدارس اپنے کسی مدرسے کی انتہاپسندی کو، دہشت گردی کو جائز قرار نہیں دیتا، نہ صرف یہ کہ جائز قرار نہیں دیتا بلکہ ایسے کسی مدرسہ کے الحاق کو برداشت کرنے کو تیار نہیں ہے جس کے اندر انتہاپسندی ہو یا تشدد کا راستہ اختیار کیا جارہا ہو یا قانون کو ہاتھ میں لینے کا ڈھنگ اختیار کیا جارہا ہو۔

پھر نہ صرف وفاق المدارس بلکہ پورے ملک کے تمام مدارس اور علماء نے بلکہ تمام مکاتب فکر کے علماء کرام نے جامعہ حفصہ کے منتظمین کے اس غلط طریقہ کار کی مذمت کی، اس کو غلط کہا، کیا یہ اس بات کی کھلی دلیل نہیں کہ تمام مدارس دینیہ اور تمام علماء کرام انتہاپسندی کے خلاف ہیں، تشدد کے خلاف ہیں، لاقانونیت کے خلاف ہیں، قانون کو ہاتھ میں لینے کے خلاف ہیں۔

اس واقعہ سے تو پوری دنیا میں یہ پیغام جانا چاہیے کہ تمام مدارس اور علماء انتہاپسندی اور دہشت گردی اور تشدد کے راستہ کو غلط سمجھتے ہیں اور اتنا غلط سمجھتے ہیں کہ انہوں نے اپنے پرانے ساتھیوں کو بھی اپنے وفاق سے الگ کردیا --- میں نے ٹی وی والوں سے کہا کہ آپ دنیا کو یہ پیغام دیجئے، جو زمینی حقیقت ہے اسے واضح کیجئے --- لیکن ہماری حکومت نے یہ کیا کہ لال مسجد کے حضرات کے ان چار مطالبات میں سے کسی ایک مطالبہ پر بھی کوئی کاروائی نہیں کی، آج تک پاکستان کے لوگوں کو اس بات کا انتظار ہے کہ کسی طرح یہ معلوم ہو کہ آنٹی شمیم کے اڈے کی سرپرستی جو حکام برسوں سے کررہے تھے وہ کونسے حکام تھے جنہوں نے اس اڈے کو چلانے کی اجازت دے رکھی تھی، اس میں کون لوگ حرام کاری کیلئے آتے جاتے تھے --- کیا وہ سب بے گناہ ہیں؟ معصوم ہیں؟ انہوں نے کوئی جرم نہیں کیا؟ کیا جرم صرف انہوں نے کیا جو شمیم کو اپنے پاس امن و امان کے ساتھ لے کر آئے اور اس سے توبہ کرا کر اس کو واپس کردیا۔

بتایئے اس میں جرم کس کا زیادہ ہے؟ اڈہ چلانے والوں کا؟ یا جامعہ حفصہ کی انتظامیہ کا؟

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد کے اندر مسجدیں شہید کی گئیں، اللہ کے گھروں کو شہید کیا گیا تو یہیں سے لال مسجد و جامعہ حفصہ کے انتظامیہ نے تحریک کا آغاز کیا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حکومت کے اس ایک طرفہ رویہ نے انہیں تحریک چلانے پر مجبور کیا۔

ہماری حکومت کا طریقہ کار یہ ہے کہ جب تک لاقانونیت کا راستہ اختیار نہ کیا جائے، توڑ پھوڑ نہ کی جائے اس وقت تک یہ کوئی مطالبہ سننے کیلئے تیار نہیں ہوتے، یہ بات ہم نے وزیراعظم صاحب سے بھی کہی بلکہ مشترک میٹنگ میں بھی کہی تھی (جس میں صدر، وزیراعظم، ان کے کئی وزراء اور فوجی جنرل بھی شریک تھے) کہ حکمران جس طریقہ کو اپناتے ہیں اگر یہ طریقہ رہے گا تو کبھی ملک میں امن وامان قائم نہیں ہوسکتا، آپ سنجیدہ گفتگو میں ہماری بات سنتے نہیں، دلائل کی بات مانتے نہیں، قرآن وسنت کی بات کو کان دھر کر سننے کیلئے تیار نہیں، آئین اور قانون کی کوئی بات آپ سننے کیلئے تیار نہیں، اپنی من مانی اور خلاف اسلام پالیسیوں پر آپ ڈٹے رہیں گے تو نتیجہ کیا ہوگا؟ نتیجہ یہ ہوگا کہ عوام اٹھ کھڑے ہوں گے، جذباتی اور جوشیلے لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے، قانون اپنے ہاتھ میں لے لیں گے، پھر وہ نہ ہماری سنیں گے نہ آپ کی سنیں گے۔

چنانچہ جامعہ حفصہ میں یہی ہوا، مسجدیں شہید کی گئیں، لوگوں نے اس پر احتجاج کیا، ذمہ داران سے باتیں کیں، علماء نے بھی افسران بالا سے ملاقاتیں کیں مگر ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی، تو جامعہ حفصہ کے انتظامیہ نے جواباً کہا کہ تم نے ہمارے اللہ کے گھروں کو شہید کیا ہے، ہم تمہاری لائبریری پر قبضہ کرتے ہیں، جامعہ حفصہ کے حضرات کی بات صحیح تھی، طریقہ غلط تھا، علماء کرام نے اور ان کے بزرگوں نے بلکہ وفاق المدارس العربیہ کے ارکان نے جا کر سمجھایا، لیکن وہ یہ کہتے تھے کہ آپ یہ بتلایئے کہ کیا یہ حکمران ایسے ہیں کہ تختی کے بغیر بات سنیں، ماننے کا مسئلہ تو بعد کی بات ہے سننے کیلئے تیار نہیں ہیں، آپ بتایئے کہ ہم کیا کریں، ہم نے کہا کہ آپ صبر سے کام لیں، اللہ سے دعا مانگیں اور قانونی راستے سے نہ ہٹیں، لیکن وہ یہ بات ماننے کیلئے تیار نہ ہوئے۔

اب سوال یہ کہ حکومت کے نزدیک ان کے کتنے جرائم تھے؟ --- چار جرائم تھے --- کہ شمیم کو پرامن طریقے سے لے کر آئے اور پھر پرامن طریقہ سے واپس پہنچا دیا --- چینی عورتوں کو بھی پرامن

طریقہ سے لے کر آئے اور پرامن طریقہ سے واپس پہنچادیا --- پولیس والوں کو پرامن طریقہ سے اپنے پاس رکھا، پرامن طریقہ سے واپس کردیا، ان کی خاطر مدارات بھی کرتے رہے --- چلڈرن لائبریری پر قبضہ کیا، اس میں کوئی تخریب کاری نہیں کی، کوئی عمارت کو نقصان نہیں پہنچایا، کسی کو تکلیف نہیں پہنچی، ان تمام کاموں میں کسی کو ایک کانٹا تک نہیں چبھا، کسی کو ایک تھپڑ تک نہیں لگایا، ڈنڈوں کا شور تو پوری دنیا میں ہوگیا کہ --- ڈنڈا بردار شریعت! ڈنڈا بردار شریعت! لیکن کوئی ایک مثال بتلایئے کہ ان طلباء نے کوئی ڈنڈا استعمال کیا ہو۔

ہمیں بتایا جائے کہ ان چار میں سے کوئی ایک جرم بھی ایسا ہے جس کی سزا پاکستان کا قانون سزائے موت تجویز کرتا ہو؟ لیکن قانون سے بالاتر ہو کر ماورائے عدالت صرف اس جرم پر سینکڑوں طلباء و طالبات اور حفاظ قرآن کا خون کردیا گیا، بتایئے یہ کہاں کا انصاف ہے؟ اور یہاں کراچی میں ۱۲مئی کو خون کی ہولی کھیلی گئی، چالیس یا اس سے زیادہ لاشیں گرادی گئیں، قتل کرنے والوں کو دنیا نے دیکھ لیا، ٹی وی نے دکھلادیا، آج تک کوئی قاتل گرفتار نہیں ہوا، یہ کہتے ہیں کہ جامعہ حفصہ کے لوگوں نے حکومت کی رٹ (Rit) کو چیلنج کیا تھا تو کیا چالیس لاشیں گرانے والوں نے تمہاری رٹ کو چیلنج نہیں کیا تھا، یہاں اپنی رٹ کی حفاظت کی تمہیں کوئی ضرورت محسوس نہ ہوئی؟ لیکن چونکہ کراچی کے ان مظلوموں کی کوئی دادرسی کرنے والا نہیں تھا اور قاتل غنڈوں کی پشت پناہی کرنے والی غیر ملکی طاقتیں تھیں اس واسطے تمہیں نہ ان مظلوم چالیس سے زیادہ لاشوں پر رحم آیا اور نہ ان ظالم قاتلوں پر تمہیں کچھ غصہ آیا اور نہ تمہیں اپنی رٹ کی کوئی پرواہ ہوئی کہ تمہاری رٹ کو چیلنج کیا جارہا ہے۔

آج تمہاری رٹ کو نیٹو کی فوجیں چیلنج کررہی ہیں، بے گناہ پاکستانی مسلمانوں پر وہ بمباری کررہی ہیں اور میزائل برسارہی ہیں، کتنے پاکستانی مسلمان شہید ہوچکے ہیں، ہوائی جہازوں سے بھی بمباری کی ہے، وہاں تمہیں اپنی رٹ کی فکر نہیں ہوئی اس لئے کہ تم ان کی رٹ کا تحفظ کررہے ہو اور تم اپنی پاک سرحدوں پر اپنی رٹ سے دستبردار ہوچکے ہو، وہاں تمہیں غیرت نہیں آتی، تمہیں اپنے قانون کی عزت پامال ہوتی نظر نہیں آتی، ہاں! اپنے مظلوم بھائیوں، بہنوں اور بیٹوں، بیٹیوں کے اوپر تمہاری بہادری چلتی ہے، بے گناہوں پر، عورتوں پر، بچوں پر، نہتوں پر تمہاری بہادری جوش مارتی ہے۔

وہ پاکستانی فوج جس نے اللہ کے فضل وکرم سے ۱۹۶۵ء کے جہاد میں اپنی طاقت، اپنی

مہارت، اپنی بہادری، اپنی قربانی، اپنے ایمان کا لوہا منوایا تھا اور آج تک الحمدللہ ہماری فوج کے بارے میں یہی تأثر ہے کہ مجموعی طور پر ہماری فوج ایمان سے سرشار ہے اور دنیا کی بہترین فوجوں میں داخل ہے، اس فوج کو پاکستان کی عوام نے اپنا پیٹ کاٹ کر ٹیکس دے کر پالا اور نوازا ہے، یہ ہماری امانت ہے، ہماری پونجی ہے، ہماری طاقت ہے، ہماری سرحدوں کی محافظ ہے، ہمیں اس پر فخر ہے، لیکن تم ہماری اس فوج کو بزدلانہ، ظالمانہ اور احمقانہ مہمات میں استعمال کر رہے ہو، ہماری اس بہترین فوج کو جو قوم نے دشمنان اسلام کیلئے تیار کی تھی، جس فوج کو پاکستان کی حفاظت کیلئے تیار کیا گیا تھا آج تم اس بہترین فوج کو دشمنوں کے حکم پر چلانے کی فکر میں ہو اور اس کے آٹھ سو سے زیادہ جوانوں اور افسروں کا خون کروا چکے ہو، آج تمہاری بہادری کشمیر میں نہیں چلتی، کارگل سے ساری فوجیں لے کر آ گئے، نہ تمہاری بہادری پاکستان کی مغربی سرحدوں کی حفاظت پر چلتی ہے کہ تم نیٹو کی فوجوں کو پاکستان کی مقدس سرحدوں کو روندنے سے روک سکو، تمہاری بہادری اب چل رہی ہے باجوڑ کے مدرسہ پر، وہاں کے مظلوم طلباء کو قتل کرنے پر، تمہاری بہادری اب چل رہی ہے جامعہ حفصہ کے مدرسہ پر، وہاں کے طلباء و طالبات پر، یہ تمہاری بزدلانہ، ظالمانہ اور سفاکانہ حرکتیں ہیں تم پھر یہ کہتے ہو کہ امن وامان قائم رہنا چاہئے، امن وامان پامال کرنے کے سارے راستے تو تم اختیار کر رہے ہو پھر ہم سے کہتے ہو کہ امن وامان قائم کرنے میں علماء اپنا کردار ادا کریں۔

حکومت کی ان غلط حرکتوں کے باوجود امن وامان کو قائم کرنے کیلئے لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے قضیہ میں علماء اپنا کردار ادا کرنے اتوار کو اسلام آباد گئے، پہلے تو چودھری شجاعت حسین سے بات ہوئی، ان کو ہم (وفاق المدارس العربیہ کے ارکان) نے اپنی تجاویز دیں، انہوں نے کہا کہ یہ بات میں صدر تک پہنچاتا ہوں اور ہم نے جو فارمولا پیش کیا تھا وہ ان کی سمجھ میں آ گیا اور کہا کہ میں حکام بالا سے بات کرتا ہوں، رات کو ہمارے پاس وفاقی وزیر مذہبی امور اعجاز الحق صاحب آ گئے، ان کے سامنے بات رکھی بالآخر تھوڑی سی رد و قدح کے بعد وہ بھی قائل ہو گئے کہ فارمولا ایسا ہے کہ اس پر عمل ہو سکتا ہے، حکومت کی رٹ بھی برقرار رہے گی، قانون کا احترام بھی برقرار رہے گا اور کشت وخون سے بھی بچ جائیں گے اور معاملہ ختم ہو جائے گا، مگر انہوں نے کوئی وعدہ نہیں کیا بلکہ صرف یہ کہا کہ وزیراعظم سے ہم آپ کی ملاقات کراتے ہیں، تو میں نے اعجاز الحق صاحب سے کہا کہ یہ بتلایئے کہ وزیراعظم فیصلہ کرنے کی

پوزیشن میں ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ ''سو فیصد وہ فیصلہ کی پوزیشن میں ہیں''، انہوں نے اگلے دن پیر کے روز وزیراعظم سے ہمارے وفد کی ملاقات کروا دی، وہاں بھی فارمولا رکھا گیا، اس میں انہوں نے اپنی مشکلات بیان کیں جو اعجاز الحق صاحب بھی بتا رہے تھے مگر ان سب مشکلات کا حل طے کرلیا گیا، وزیراعظم کے ساتھ اس میٹنگ میں طے ہوگیا کہ عبدالرشید غازی کو گرفتار نہیں کریں گے (کیونکہ اس نے ٹیلیفون پر ہم سے بار بار کہا کہ میں جان دے دوں گا مگر گرفتاری نہیں دوں گا) شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ مولانا عبدالعزیز صاحب کو گرفتار کرکے جس طریقہ سے ان کی بے عزتی کی گئی اور جس انداز سے ان کی PTV پر تضحیک کی گئی اور طلباء کو گرفتار کرکے ان کی قمیصیں اتار اتار کر ان کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر، ذلیل، رسوا کرکے ان کو ٹی وی پر دکھایا گیا اس وجہ سے وہ اس بات پر جم گئے تھے کہ ''ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے''۔

عبدالرشید غازی مرحوم نے فون پر مجھ سے بار بار کہا کہ میں گرفتاری دینے کیلئے تیار نہیں ہوں، ہرگز تیار نہیں ہوں، میں جان دے دوں گا گرفتاری نہیں دوں گا، البتہ اس کیلئے تیار ہوں کہ مجھے، میری بیوی بچوں کو میرے ضروری سامان سمیت میرے گاؤں میں پہنچا دیا جائے، میں جامعہ حفصہ کو بھی چھوڑتا ہوں، جامعہ فریدیہ کو بھی چھوڑتا ہوں، لال مسجد کو بھی چھوڑتا ہوں، چلڈرن لائبریری کو بھی چھوڑتا ہوں، جتنا اسلحہ ہے وہ بھی آپ کے سپرد کردوں گا، مجھے اپنے گھر جانے دیا جائے، البتہ جامعہ حفصہ کو اور جامعہ فریدیہ کو میں وفاق المدارس کی تحویل میں دوں گا تاکہ مدرسوں کو نقصان نہ پہنچایا جائے، مسجد محکمۂ اوقاف سنبھال لے، وہ اس کا انتظام چلائے، چنانچہ یہ معاہدہ طے پایا، زبانی بات بھی ہوگئی اور وزیراعظم نے کہا کہ اس پر عمل شروع کیجئے، یہ ظہر کے بعد کا وقت تھا۔

پھر اس پر عملدرآمد کیلئے چوہدری شجاعت حسین صاحب اور وزیر مذہبی امور اعجاز الحق صاحب، محمد علی درانی صاحب وزیر اطلاعات اور وزیر مملکت برائے اطلاعات ونشریات طارق عظیم اور ہمارا وفد گاڑیوں میں جلوس کی شکل میں لال مسجد کے قریب گیا، ممنوعہ علاقہ ہمارے لئے کھول دیا گیا لیکن آگے جاکر جہاں سے لال مسجد جانے کا مرحلہ تھا وہاں سے ہمیں پیدل جانا تھا مگر رینجرز کا حاکم اعلیٰ (کون تھا، وہ کس عہدہ کا آدمی تھا مجھے نہیں معلوم) اس نے آگے جانے سے روک دیا اور کہا کہ آپ آگے نہ جائیں، وزیروں سے بھی کہہ دیا اور چوہدری شجاعت حسین سے بھی، اس کے انداز سے ایسا

معلوم ہوتا تھا کہ گویا اس کو معلوم ہی نہیں کہ ہمارا کوئی معاہدہ ہو رہا ہے، اس پر کوئی عملدرآمد ہونا ہے، اس کو اس معاہدہ سے کوئی سروکار معلوم نہیں ہوتا تھا، وہ کہہ رہا تھا آگے نہیں جاسکتے، کیوں نہیں جاسکتے ؟ کہا کہ رسک (Risk) ہے (ہمیں یہ خطرہ ہے کہ وہ آپ کو یرغمال بنالیں گے) تو ہمارے ساتھ جو علماء کراچی سے گئے ہوئے تھے انہوں نے کہا کہ ہم یہ خطرہ قبول کرنے کیلئے تیار ہیں اور ہمیں امید ہے کہ وہ ہمیں یرغمال نہیں بنائیں گے آخر وہ ہمارے بھائی ہیں، ہم جاتے ہیں اور بات کرتے ہیں اور یہ ساری باتیں ان کو بتاتے ہیں، تو انہوں نے کہا کہ نہیں یہ نہیں ہوگا۔

ہم نے اپنے ساتھیوں کو اجازت دے دی تھی کہ اگر آپ اپنی ذمہ داری پر جانا چاہتے ہیں تو چلے جائیں لیکن ہمارے بعض ساتھیوں نے رازداری سے آکر مجھ سے کہا کہ ایک چیز کا خطرہ ہے کہ مسجد کے آس پاس درختوں کے پیچھے سب جگہ یہ رینجرز کے اہلکار موجود ہیں قوی اندیشہ یہ ہے کہ انہی میں سے کوئی ہمارے ان ساتھیوں پر فائر کر کے مار ڈالے گا اور الزام عبدالرشید غازی پر لگا دیا جائے گا، یہ خطرہ واقعی توجہ طلب تھا اس لئے ہم نے ان ساتھیوں کو یہ خطرہ مول لینے سے روک دیا اور طے پایا کہ قریب میں ایک مکان جو رینجرز کی تحویل میں تھا اس میں بیٹھ کر مصالحتی فارمولے کی تحریر لکھیں گے اور طریقہ کار اسی اصول کے تحت طے ہوگا جو وزیراعظم کے ساتھ میٹنگ میں طے پاچکا ہے، وزراء کے مشورہ سے مولانا زاہد الراشدی اور طارق عظیم وزیر مملکت برائے اطلاعات ونشریات نے یہ مسودہ تیار کیا، ایک ایک لفظ پر سب کا غور وفکر ہوا مشورہ ہوا، جہاں پر جس کو جو تحفظات تھے ان کو دور کیا گیا۔

اسی دوران عبدالرشید غازی کا ایک نمائندہ آ گیا، اس کے ذریعے مسلسل عبدالرشید غازی سے ٹیلیفون پر رابطہ کرتے رہے، ان کے فون کی بیٹری ختم ہوگئی تھی، باہر سے ایک فون اندر بھیجا گیا تا کہ ان سے اطمینان سے بات چیت ہو سکے، تمام باتوں سے انہوں نے بھی اتفاق کر لیا۔

البتہ عبدالرشید غازی مرحوم ہم سے فون پر مسلسل یہ اصرار کر رہے تھے کہ آپ وزراء کو لے کر یہاں آجائیں تا کہ میں اسلحہ دکھادوں کہ میرے پاس کون سا اسلحہ ہے، کیونکہ مجھے یقین ہے کہ یہ لوگ مجھے یا تو ماردیں گے یا دھوکے سے گرفتار کرلیں گے اور بعد میں اسلحہ یہاں لا کر میڈیا کو دکھادیں گے کہ یہ اسلحہ اندر سے برآمد ہوا ہے، آپ سے میری درخواست ہے کہ خدا کیلئے آپ یہاں تشریف لائیں تا کہ میں اسلحہ دکھادوں، لیکن وہاں جانے کا راستہ ہی بند کر دیا گیا تھا، ہمارے لئے بھی اور وزراء کیلئے

بھی اور میڈیا کیلئے بھی۔

بالآخر معاہدہ تحریر ہوگیا، ساری بات طے ہوگئی، ہم نے بھی بڑی خوشی کا اظہار کیا اور اعجاز الحق صاحب تو یہاں تک کہنے لگے کہ آج اگر یہ مسئلہ حل ہو جائے تو میں دو دن کے بعد عمرے کیلئے روانہ ہو جاؤں گا، ایک ہفتے سے جو ذہنی پریشانی ہے وہ ختم ہو جائے گی۔

اب اس متفقہ تحریر پر دستخط کرنے کا وقت آیا تو یہ حضرات نیچے یا اوپر ہی کے صحن میں چلے گئے، یہ ایک چھوٹا سا دومنزلہ مکان تھا، بالائی کمرے میں ہم تھے (جس میں مسودہ لکھا جا رہا تھا) اب یہ حضرات تھوڑی دیر بعد اوپر آ کر کہنے لگے کہ ہمیں ایوان صدر جانا ہے اور صدر سے اس کی اجازت لینی پڑے گی، ہمیں تعجب ہوا کہ وزیراعظم نے بھری مجلس میں یہ فیصلہ کیا اور اسی فیصلہ کے مطابق یہ ساری تفصیلات لکھی گئیں، وزراء کی کمیٹی نے یہ مسودہ ہمارے ساتھ مل کر طے کیا، چوہدری شجاعت حسین بھی اس پوری کاروائی میں شریک رہے، وہ ہمارے ساتھ اب بھی موجود ہیں، اب ایوان صدر سے اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے؟ جبکہ وزیراعظم نے میٹنگ میں ایک بات یہ بھی کہی تھی کہ آج ہمارا صدر پرویز سے بھی اس معاملہ میں مشورہ ہو چکا ہے، عبدالرشید غازی صاحب بھی تیار ہو چکے تھے اور اب ہم نے اس موضوع پر گفتگو شروع کی تھی کہ مسجد کے اندر طلبہ سارے بھوکے ہوں گے ان کے کھانے کا انتظام کرنا ہوگا، مدرسہ میں طالبات اور خواتین بھوکی ہوں گی ان کیلئے بھی کھانے کا انتظام کرنا ہوگا، یہ بھی طے ہوگیا تھا کہ چار حکومتی ارکان اور چار افراد ہم ان طالبات کو اپنی تحویل میں لیں گے اور انہیں محفوظ مقام پر منتقل کر کے ان کے سرپرستوں کے حوالے کر دیں گے اور طلبہ کو بھی یہی کمیٹی اپنی تحویل میں لے گی اور محفوظ مقام تک پہنچا دے گی، ان پر اگر کوئی مقدمہ ہوا تو دیکھا جائے گا اور جن پر کوئی مقدمہ نہ ہوا انہیں چھوڑ دیا جائے گا، البتہ جن پر اس واقعہ سے پہلے کا مقدمہ ہوگا تو انہیں نہیں چھوڑا جائے گا، اب یہ حضرات یہ کہہ کر صدر جنرل پرویز کے پاس چلے گئے کہ ہم آدھے گھنٹے میں واپس آ جائیں گے۔

ہم دن بھر بے آرام رہے تھے اور اس سے پہلے والی رات بھی جاگتے رہے تھے، اب یہ اذیت ناک وقفہ بیچ میں آ گیا اور خطرہ ہونے لگا کہ ایوان صدر میں کہیں گڑبڑ تو نہیں ہو جائے گی، تقریباً ڈھائی گھنٹے بعد یہ واپس آئے اور جب وہ حضرات آئے تو ان کا رنگ بدلا ہوا تھا، وہ ایک صفحے پر تین نکات لکھ کر لائے تھے، الفاظ تو خوبصورت تھے جیسے کہ آج کل سرکاری لوگوں کے ہوا کرتے ہیں، لیکن

حاصل ان کا یہ تھا کہ جن باتوں کی پیشکش عبدالرشید غازی کو کی گئی تھی ان تمام باتوں سے انکار کر دیا گیا تھا۔

مثلاً اس نئی تحریر میں پہلا نکتہ یہ لکھا تھا کہ عبدالرشید غازی اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ باہر نکلیں گے، ان کو اور ان کے گھر والوں کو ان کے ذاتی سامان سمیت ''گھر'' میں رکھا جائے گا، ہم نے کہا کہ کونسے گھر میں رکھا جائے گا؟ عبدالرشید غازی تو پہلے سے کہہ چکے ہیں کہ میں کسی نظر بندی کو قبول نہیں کروں گا اور کسی سرکاری گھر یا بنگلے میں نہیں رہوں گا، بلکہ اپنے گاؤں کے گھر میں چلا جاؤں گا، چنانچہ مصالحتی فارمولے میں یہ لکھا جا چکا تھا کہ ان کو ان کے گاؤں کے گھر میں رکھا جائے گا جبکہ اس مسودہ میں لکھا تھا کہ ''گھر'' میں رکھا جائے گا، ہم نے پوچھا کہ کس گھر میں؟ طارق عظیم کہنے لگے کہ کسی گھر میں رکھا جائے گا تو ہم نے کہا کہ لکھوان کے گاؤں کے گھر میں رکھا جائے گا، کہنے لگے کہ نہیں صاحب یہ نہیں ہو سکتا اور اس میں کوئی لفظ آگے پیچھے نہیں ہو سکتا اور نہ ہی کوئی لفظ کم و بیش ہو سکتا ہے، کیونکہ یہ ہم وہاں سے حتمی منظوری کے بعد لے کر آئے ہیں اور اس تحریر کی فوٹو کاپی ایوان صدر میں محفوظ کر لی گئی ہے، اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکتی اور مجھ سے طارق عظیم نے چپکے سے کہا کہ دیکھئے ہمیں صرف آدھے گھنٹے کی مہلت دی گئی ہے اس کے اندر ''ہاں'' یا ''نہ'' کروا لیجئے اور پھر کہا کہ پندرہ منٹ گزر چکے ہیں تو میں نے کہا کہ دیکھئے یہ وہ معاہدہ تو رہا نہیں جس پر ہم نے عبدالرشید غازی سے بات کی تھی اور ان کو بمشکل تیار کیا تھا، اب یہ ایک نئی چیز آئی ہے، اس کی ذمہ داری ہم قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں، عبدالرشید غازی کا نمائندہ یہاں موجود ہے اس کو مسودہ دکھا لیجئے، اگر یہ عبدالرشید غازی سے منظور کروا لیتے ہیں تو بہت اچھی بات ہے، چنانچہ عبدالرشید غازی سے فون پر رابطہ کیا گیا مگر انہوں نے اس نئی تحریر کو ماننے سے صاف انکار کر دیا۔

ابھی ہماری یہ بات ہو ہی رہی تھی کہ ایک کمانڈر فوج یا رینجرز کا واللہ اعلم کمرہ میں آ کے کھڑا ہو گیا (چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں مشکل سے ہم چار علماء اور چار حکومتی نمائندے تھے) اور مخصوص انداز میں ہمیں اور اپنی گھڑی دیکھنے لگا --- گویا وہ اشارہ کر رہا تھا کہ براہ کرم آپ تشریف لے جائیں --- چنانچہ ہم نے بھی آپس میں یہ طے کیا کہ ابھی یہاں ٹھہرنا بیکار ہے، ان کی نیتیں خراب ہیں، ہمارے بعض ساتھیوں نے جو نیچے زمینی منزل میں تھے بعد میں بتایا کہ ایک فوجی افسر نے آ کر ان سے کہا کہ آپ لوگ چلے جائیں۔ بہرحال نیچے کمرے میں ساتھی ہمارے منتظر تھے ان کو ساتھ لیا اور گاڑیوں میں بیٹھ کر انتہائی

رنج وغم کے ساتھ چلے آئے ،اس وقت رات کوتقریباً ڈھائی بج چکے تھے،اب ہم نے طے کیا کہ جس ہوٹل میں ہمارا قیام ہے وہاں پہنچ کر باہم مشورہ کریں گے --(اس ہوٹل میں اپنے قیام کا انتظام ہم نے خودکیا تھا،حکومت کااس میں کوئی عمل دخل نہیں تھا،مصارف سفروغیرہ کاانتظام بھی ہم نے خودکیا تھا)

امکانی طور پر امید کی ایک ہلکی سی کرن اب بھی باقی تھی وہ یہ کہ عبدالرشید غازی کا نمائندہ وہاں چودھری شجاعت حسین اور وزیروں کے پاس موجود تھا،وہ فون پرعبدالرشید غازی سے دوبارہ رابطہ کررہا تھا،عبدالرشید غازی ہمارے سامنے تک تو اس نئے مسودے سے حتمی طور پرسختی سے انکار کر چکے تھے اور کہہ چکے تھے کہ یہ دھوکہ بازی ہے،اس نئے مسودے کا حاصل سوائے اس کے نہیں کہ مجھے گرفتار کیا جائے اور میں اسے قبول نہیں کرتا ، میں گرفتاری کے مقابلے میں شہادت کوترجیح دوں گا۔اسی کے بعد وہاں سے مایوس ہوکر ہم واپس ہوئے تھے،لیکن یہ ہلکی سی امید ذہن میں آنے لگی تھی کہ شاید دونوں فریقوں کے درمیان نئے مسودے پر کوئی سمجھوتہ ہوجائے ،ہم نے اپنے موبائلوں کو بند کر دیا تھا کیونکہ مختلف ٹی وی چینلز بار بار رابطے کررہے تھے اور ہمیں خطرہ تھا کہ اگر ہم نے ابھی سے یہ کہہ دیا کہ مذاکرات ناکام ہوگئے ہیں تو جوایک ہلکی سی امید مصالحت کی دل میں آرہی ہے اس کونقصان پہنچے گا، اسی اندیشے کے پیش نظر ہم سب نے اپنے اپنے موبائل بند کردئے اور یہ طے کیا کہ کوئی بھی انفرادی طور پراس بات کا اعلان نہیں کرے گا،اب فجر کی نماز کاوقت ہوگیا تھاتو طے کیا کہ نمازفجر پڑھ کرہم کچھ دیر کیلئے اپنے کمروں میں چلے جائیں گے پھرمشورہ کرکے اعلان کیاجائے گا،اچانک مجھے پتہ چلا کہ وہاں تو حملہ شروع ہو چکا ہے ،زبردست بمباری، گولہ باری شروع ہورہی ہے جیسے کسی دشمن ملک پر چڑھائی کی جاتی ہے اورخوفناک تباہی پھیل رہی ہے،ٹی وی پران المناک مناظر کے ساتھ طرح طرح کے تخمینے اورقیاس آرائیاں ہورہی تھیں کہ یہ کیا قصہ ہوا؟ابھی تھوڑی دیر پہلے تو یہ بات ہورہی تھی کہ مذاکرات کامیاب ہوگئے ہیں اب اچانک یہ کیاہوا؟اندازے سے کوئی کچھ کہہ رہا تھا کوئی کچھ،سخت کنفیوژن پھیلا ہوا تھا،میں نے سوچا کہ ہم نے تو یہ طے کیا تھا کہ کوئی انفرادی طور پراعلان نہیں کرے گا،مشورہ کرکے پریس کانفرنس میں اعلان کیاجائے گا،مگراب جبکہ حملہ پوری شدت سے شروع ہو چکا ہے،سارا ملک کنفیوژن میں مبتلا ہے،لوگ سخت پریشان ہیں ،اس لئے میں نے اپنے موبائل کا سوئچ کھول دیا،کھولتے ہی فوراً جیوٹی وی کافون آگیاوہ پوچھ رہے تھے کہ کیا قصہ پیش آیا؟یہ تو آپریشن

شروع ہوگیا ہے، میں نے سارا واقعہ بیان کردیا، اس وقت صبح کے تقریباً ۵ بجے تھے اور فوراً ہی انہوں نے یہ خبر دنیا کو سنادی تو آٹھ بجے کے قریب جناب حامد میر آ گئے اور بڑے دکھ سے کہنے لگے کہ دیکھئے یہ وزراء کتنا جھوٹ بول رہے ہیں، خدا کیلئے صورت حال بتلایئے، وہ کیمرہ بھی ساتھ لائے تھے، میں نے ان کو وہ ساری روداد جو صبح ۵ بجے میں جیو کو فون پر سنا چکا تھا مزید تفصیل کے ساتھ جناب حامد میر کو سنادی، انہوں نے اس کو ریکارڈ کرلیا اور کہا کہ میں آدھے گھنٹے میں اس کو نشر کردوں گا، مگر انہوں نے شام کو کسی وقت نشر کیا جبکہ اس سے پہلے ہماری پریس کانفرنس بھی ہو چکی تھی۔

یہ ساری المناک، دردبھری روداد ہے، مجھ سے کسی ٹی وی چینل کے نمائندے نے پوچھا کہ آپ اس خون ریزی کی ذمہ داری کس پر ڈالتے ہیں؟ میں نے کہا ایوان صدر پر، اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے، ہم پر اور ہمارے پیارے وطن پر رحم فرمائے اور جو خطرات منڈ لا رہے ہیں اللہ ان سے بچالے، آمین۔

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہم

مکتوب گرامی بنام حامد میر صاحب

۷۸٦

محترم جناب حامد میر صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

لال مسجد کے سانحے پر جس طرح پوری قوم صدمے سے نڈھال ہے اس سے آپ سے زیادہ کون واقف ہوگا؟ اور اس سلسلے میں آپ نے جو موقف اختیار کیا اور جو کوششیں کیں اللہ تعالیٰ اس کا بہترین اجر آپ کو عطا فرمائے، آمین۔

مورخہ ١٦ر جولائی کو ''انتہاپسند کون'' کے عنوان سے آپ کا جو کالم جنگ میں شائع ہوا ہے اس میں بھی آپ نے بڑی دردمندی سے صورت حال کے اصل اسباب کی نشاندہی کی ہے، لیکن مذاکرات کی آخری رات کے بارے میں آپ نے چند باتیں ایسی لکھی ہیں جن کے بارے میں آپ کو کسی نے غلط معلومات فراہم کی ہیں، کیونکہ آپ بذات خود وہاں موجود نہیں تھے۔ چونکہ ان باتوں سے

سنگین غلط فہمیاں پیدا ہو سکتی ہیں اس لئے صحیح صورت حال آپ کے سامنے لانا ضروری ہے۔

آپ نے اس رات کے واقعات جس طرح بیان فرمائے ہیں ان سے تأثر ملتا ہے کہ مذاکرات ٹوٹنے کی اصل وجہ یہ تھی کہ علماء کو جامعہ حفصہ اور جامعہ فریدیہ وفاق المدارس کی تحویل میں دینے پر اصرار تھا اور جب حکومت اس پر راضی نہیں ہوئی تو علماء ناراض ہو کر او رمذاکرات کو ادھورا چھوڑ کر چلے آئے۔

حالانکہ حقیقت حال یہ ہے کہ ہم لوگوں سے عبدالرشید غازی صاحب مرحوم نے جن نکات پر رضامندی کا اظہار کیا تھا ان میں سب سے پہلا نکتہ یہ تھا کہ انہیں گرفتار یا نظر بند نہ کیا جائے گا بلکہ ان کو اہل وعیال اور ذاتی سامان کے ساتھ ان کے اپنے گاؤں کے گھر بحفاظت پہنچا دیا جائے گا، پھر وہ وہیں قیام کریں گے۔

دوسرا نکتہ یہ تھا کہ وہ اپنے تمام ساتھیوں اور طلبہ و طالبات کے ساتھ باہر آئیں گے اور طالبات کو علماء اور وزراء کی موجودہ مشترکہ کمیٹی اپنی نگرانی میں محفوظ مقام پر پہنچا کر ان کے سرپرستوں کے حوالے کرے گی اور طلبہ میں سے جن پر جامعہ حفصہ کے نزاع سے پہلے کے مقدمات نہیں ہیں ان کو رہا کر دیا جائے۔

اور تیسرا نکتہ یہ تھا کہ وہ جامعہ حفصہ اور جامعہ فریدیہ کو وفاق المدارس کی تحویل میں اور لال مسجد کو محکمۂ اوقاف کی تحویل میں دے کر جائیں گے۔ان کی یہی باتیں وزیر اعظم کے ساتھ میٹنگ میں طے ہو گئیں جس میں چودھری شجاعت حسین صاحب اور کئی وفاقی وزراء بھی شریک تھے اور وفاق المدارس کا مصالحتی وفد بھی۔

پھر شام کو وفاق المدارس کے علماء کرام، وفاقی وزراء اور چودھری شجاعت صاحب نے لال مسجد کے پاس ایک جگہ بیٹھ کر انہی نکات پر مشتمل متفقہ تحریر اس طرح تیار کر لی تھی کہ اس کے کسی حصے پر اختلاف نہیں تھا، لیکن چودھری صاحب اور وزراء اس تحریر پر دستخط کرنے کے بجائے اس تحریر کی منظوری لینے کیلئے ایوان صدر چلے گئے، اور جب یہ حضرات ایوان صدر سے واپس آئے تو ایک دوسری تحریر لے کر آئے جس میں یہ تینوں نکات بدل دئے گئے تھے، اس نئی تحریر میں پہلا نکتہ اس طرح لکھا گیا تھا کہ عبدالرشید غازی صاحب کو ''گھر'' میں (نہ کہ ان کے گھر میں) رکھا جائے گا اور ان کے خلاف قانونی کاروائی کی جائے گی۔

ایک نکتہ یہ تھا کہ باہر آنے والے تمام لوگوں پر قانون کے مطابق کاروائی کی جائے گی۔

اور ایک نکتہ یہ تھا کہ جامعہ حفصہ، جامعہ فریدیہ اور لال مسجد کا مستقبل محکمۂ اوقاف اور وفاق المدارس اور دیگر حکومتی اداروں کے مشورے سے طے کیا جائے گا۔

اس پر ہم نے وزراء سے کہا کہ جن باتوں پر عبدالرشید غازی صاحب بمشکل راضی ہوئے تھے اس تحریر میں وہ باتیں موجود نہیں ہیں، اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ ان کو بحفاظت ان کے گاؤں کے گھر پہنچانے کی جو بات طے ہوئی تھی اس نئی تحریر میں اس کو بھی ختم کر دیا گیا ہے، نیز عبدالرشید غازی صاحب جامعہ حفصہ چھوڑنے پر اس شرط سے راضی ہوئے تھے کہ انہیں وفاق المدارس کے حوالے کر دیا جائے گا۔ ہم نے وزراء سے کہا کہ عبدالرشید غازی کو بار بار فون کر کے ہم نے بمشکل پہلی تحریر پر راضی کیا ہے اب انہیں اس سے بالکل مختلف نئی تحریر پر راضی کرنا ہمارے لئے ممکن نہیں ہوگا لہٰذا اس تحریر کو پہلی تحریر کے مطابق بنانا ضروری ہے۔

اس پر حکومت کے نمائندوں نے ہم سے کہا کہ اس نئی تحریر میں ایک لفظ کی بھی کمی بیشی کرنے کا ہمیں اختیار نہیں ہے اور ہمیں صرف آدھا گھنٹہ دیا گیا ہے جس میں سے پندرہ منٹ گزر چکے ہیں اور صرف پندرہ منٹ باقی ہیں، ان پندرہ منٹ میں آپ ہاں یا نہیں کا فیصلہ کرالیں۔ ہم نے کہا کہ اب ہم عبدالرشید غازی صاحب کو اس نئی تحریر پر راضی کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں، لیکن ان کے نمائندے مولانا فضل الرحمٰن خلیل صاحب موجود ہیں آپ ان سے بات کریں وہ ان کو راضی کرلیں تو بہت اچھی بات ہے، چنانچہ مولانا فضل الرحمٰن خلیل صاحب نے عبدالرشید غازی صاحب مرحوم سے رابطہ کیا تو جیسا کہ خطرہ تھا انہوں نے اس تحریر کا پہلا نکتہ سنتے ہی اس نئی تحریر کو ماننے سے صاف انکار کر دیا۔

اسی دوران فوج کے ایک افسر نے ہمارے ساتھیوں سے کہا کہ اب آپ حضرات یہاں سے چلے جائیں، چنانچہ اس کے بعد ہم انتہائی صدمے کی حالت میں ڈھائی بجے رات کو واپس ہوئے۔

اوپر کی تفصیل سے واضح ہے کہ مذاکرات کی ناکامی کا اصل سبب وفاق المدارس کی تحویل میں دینے کا مسئلہ ہرگز نہیں تھا بلکہ اصل سبب یہ تھا کہ نئی تحریر میں انہیں بحفاظت گھر پہنچانے کے بجائے قانونی کاروائی کرنے کا ذکر تھا جس کا واضح مطلب یہ تھا کہ انہیں گرفتار کیا جائے گا، اور یہ وہ بات تھی جس پر غازی صاحب مرحوم ہم سے بار بار کئی دن سے کہہ رہے تھے کہ میں گرفتاری نہیں دوں گا اگرچہ

شہید کر دیا جاؤں۔

وفاق المدارس کی تحویل میں دینے کی بات بھی غازی صاحب مرحوم کی شرائط میں داخل تھی اور ہم نے اس کا ذکر اسی حیثیت میں کیا تھا، چنانچہ ساتھ ہی یہ واضح کر دیا تھا کہ ہمیں اپنی طرف سے اس پر کوئی اصرار نہیں ہے، ان کو دینی مدرسہ کی حیثیت میں باقی رکھتے ہوئے آپ اگر چاہیں تو اسلام آباد وراولپنڈی کے علماء کے سپرد کر دیں یا چودھری شجاعت حسین صاحب کے سپرد کر دیں ---- ہماری تو شب وروز کی انتھک کوشش اسی لئے تھی کہ کسی طرح لال مسجد کے طلباء وطالبات کی زندگیاں خطرے سے نکلیں، ہم ان دو مدرسوں کو وفاق المدارس کی تحویل میں دینے یا نہ دینے کی بحث میں الجھ کر اس عظیم مقصد کو کیسے خطرے میں ڈال سکتے تھے؟

کھانا منگوانے کی بات بھی آپ کے کالم میں سیاق وسباق سے کٹ کر آئی ہے، یہ کھانا بازار سے چودھری شجاعت حسین صاحب نے از خود منگوایا تھا اور اس وقت منگوایا تھا جب حکومتی مذاکراتی ٹیم اور وفاق المدارس کے نمائندوں کے درمیان مصالحتی فارمولے پر اتفاق ہو گیا تھا اور مولانا عبدالرشید غازی مرحوم نے بھی اس سے اتفاق کر لیا تھا اور تمام شرکاء پرامید اور قدرے مطمئن تھے۔ جب چودھری صاحب نے اپنے رفقاء اور ہم سمیت کمرے میں موجود لوگوں کیلئے کھانا منگوایا تو اس وقت علماء نے چودھری صاحب سے کہا کہ جامعہ حفصہ اور لال مسجد میں موجود افراد کئی دن سے کچھ نہیں کھا رہے، ہمیں ان کیلئے بھی کھانے کا ابھی سے انتظام کرنا چاہیے اور جب مصالحتی قرارداد پر دستخط ہو جائیں تو ہم خود اپنے ساتھ ان کیلئے کھانا لے کر جائیں گے، چنانچہ چودھری شجاعت حسین صاحب نے اس سے اتفاق کیا۔

اسی طرح دوران گفتگو قہقہے لگانے کی بات بھی درست نہیں ہے، اتنی طویل، سنجیدہ اور نازک گفتگو کے دوران اگر کسی نے کوئی ہنسی کی بات بھی کہہ دی ہو اور اس پر کچھ لوگ ہنس پڑے ہوں تو اسے اصل معاملے سے بے تعلق ہو کر قہقہے لگانے سے تعبیر کرنا بالکل غلط ہے۔ جن لوگوں نے کئی دنوں سے ملک کو خون ریزی سے بچانے کی کوشش میں اپنی نیندیں حرام کر رکھی تھیں ان کے بارے میں جن لوگوں نے آپ کو یہ غلط معلومات فراہم کی ہیں انہوں نے بڑی زیادتی کی ہے، اور آپ سے یہ امید تھی کہ اس طرح کی اطلاعات ملنے سے پہلے ان باتوں کی تحقیق فرما لیتے۔ والسلام

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ ۱۷/۷/۲۰۰۷ء

منجانب:

(۱) محمد رفیع عثمانی رکن مجلس عاملہ وفاق المدارس۔

(۲) مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب ناظم اعلیٰ وفاق المدارس۔

(۳) مولانا زاہد الراشدی صاحب رکن مجلس عاملہ وفاق المدارس۔

(۴) مولانا ڈاکٹر محمد عادل خان صاحب نمائندہ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب صدر وفاق المدارس۔

....

دعائے مغفرت کی درخواست

حضرت مولانا حکیم احمد حسن صاحب مہتمم جامعہ فاطمۃ الزہراء جمال القرآن چنیوٹ ضلع جھنگ کی والدہ صاحبہ پچھلے ماہ انتقال کر گئیں، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

مولوی عابد محمود حقانی

خصوصیات اسم محمدﷺ

(دوسری و آخری قسط ۲)

ایک دفعہ حضرت جلیلہ رضی اللہ عنہا بنت عبدالجلیل نے رسالت مآب ﷺ سے عرض کی کہ میرے بچے زندہ نہیں رہتے تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ رب العزت سے نذر کر کہ جو لڑکا اللہ تعالیٰ مجھے عطا کرے گا تو اس کا نام نامی "محمد" رکھوں گی۔

اور ساتھ یہ بھی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا "میں امید کرتا ہوں اللہ تعالیٰ تیرے لڑکے کو لمبی عمر دے گا اور اس کی نسل بڑی بابرکت ہوگی، چنانچہ اللہ رب العزت نے ان کو لڑکا عطا کیا اور طویل عمر بھی عطا کی اور نسل ایسی بابرکت ہوئی کہ "بحرین" میں سب سے بڑا قبیلہ ان کا ہی تھا" (صدائے محراب ص ۱۸۱)

ایک محدث نے ایک حدیث نقل کی ہے اگر چہ غیر مرفوع حدیث ہے "جو شخص یہ چاہے کہ

اس کی بیوی کے حمل سے لڑکا پیدا ہوتو وہ اپنا ہاتھ حاملہ کے پیٹ پر رکھ کر یہ کہے کہ! اگر اس حمل سے میرے یہاں لڑکا پیدا ہوا تو میں اس کا نام محمد رکھوں گا تو اس (نیت کے اثر سے) اس کے ہاں لڑکا ہی پیدا ہوگا (سیرت حلبیہ ص ۲۶۸ ج ۱)

نیز حضرت عطاء سے منقول ہے کہ ''جس بچے کا نام (اس کی پیدائش سے قبل) ماں کے پیٹ میں رہتے ہوئے ''محمد'' رکھ دیا جائے تو وہ لڑکا ہی پیدا ہوگا (ص ۲۶۹ ج ۱)

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ''آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا جس شخص کی بیوی کو حمل ہو اور وہ نیت کرے کہ وہ اس (ہونے والے بچے) کا نام ''محمد'' رکھے گا تو چاہے وہ بچہ لڑکی ہی کیوں نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو لڑکا بنا دیتا ہے۔

اس حدیث کے راویوں میں سے ایک راوی نے بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے یہاں سات مرتبہ یہ نیت کی اور سب کا نام محمد رکھا (یعنی ہر مرتبہ اس حدیث کی سچائی کا تجربہ ہوا کہ لڑکا پیدا ہوا اور میں نے نیت کے مطابق ہر ایک کا نام محمد رکھا) (سیرت حلبیہ ص ۲۶۹ ج ۱)

محمد نام رکھنے سے نجات آخرت

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم میں کسی ایسے شخص کو جہنم کا عذاب نہیں دوں گا جس کا نام آپ علیہ السلام کے نام پر ہوگا (عطر الوردہ ص ۹۲)

حضرت علامہ امام ابو یوسف بن اسماعیل نبھانی فرماتے ہیں کہ ''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک ایسے شخص کو طلب فرمائیں گے جس کا نام محمد ہوگا، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو نے میرے محبوب کے نام پر نام رکھا اور تجھ کو گناہ کرتے ہوئے شرم نہ آئی مگر مجھے تم کو عذاب دیتے ہوئے شرم آتی ہے کیونکہ تو نے میرے حبیب کا نام اختیار کیا ہے، جا تو جنت میں داخل ہو جا (صدائے محراب ۱۸۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا قیامت کے دن دو شخصوں کو دربار خداوندی میں حاضر کیا جائے گا اور حکم دیا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ! وہ کہیں گے تعجب کے ساتھ کہ ہمارے اعمال نامے نیکیوں سے خالی ہیں اور گناہوں سے لبریز ہیں پھر دخول جنت کا کس لئے کہا جا رہا ہے، فرمایا جائے گا کہ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! میرے جس بندے کا نام ''احمد، محمد'' ہوگا اسے جہنم میں نہ ڈالوں گا (مدارج النبوۃ ص ۲۴۶ ج ۱)

محمد نام سے کھانے میں برکت

ایک حدیث میں آتا ہے آنحضرتﷺ نے فرمایاہر ایک ایسا دسترخوان جس کو بچھانے کے بعد اس پر (کھانے کیلئے) کوئی ایسا شخص آئے جس کا نام "محمد یا احمد" ہو اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جس دسترخوان پر میرے نام کا کوئی شخص کھانا کھائے، تو اللہ تعالیٰ اس مکان کو (جس میں یہ دسترخوان بچھا ہے) ہر روز دو مرتبہ پاک کرتے ہیں (سیرت حلبیہ ص ۲۶۷ ج ۱)

حضرت امام الہجرۃ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس گھر میں "محمد یا احمد" نام کا کوئی شخص ہو تو وہ گھرانہ پھلتا پھولتا ہے اور ان گھر والوں کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے (با محمد باوقار ص ۲۱)

بیٹے کا نام محمد تو باپ جنت میں

آپﷺ نے فرمایا کہ "جس شخص کے ہاں لڑکا پیدا ہو اور وہ میری محبت کی وجہ سے اور میرے نام سے برکت حاصل کرنے کیلئے اس بچے کا نام "محمد" رکھے تو وہ شخص اور اس کا بچہ دونوں جنتی ہوں گے (سیرت حلبیہ ص ۲۶۸ ج ۱)

محمد نام اولاد میں نہ رکھنا جہالت ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے کہ (آنحضرتﷺ نے ارشاد فرمایا) جس شخص کے یہاں تین لڑکے ہو گئے اور اس نے ان میں سے کسی کا نام بھی "محمد" نہیں رکھا اس نے جہالت کا ثبوت دیا، ایک روایت میں آتا ہے کہ "اس نے برا کیا" ایک دوسری روایت میں ہے "اس نے میرے ساتھ برائی کی ہے" (حوالہ بالا ص ۲۶۸ ج ۱)

محمد نام والے سے مشورہ میں برکت

ایک روایت ہے کہ جو لوگ بھی کسی مشورہ کیلئے جمع ہوئے اور ان میں "محمد یا احمد" نام کا کوئی بھی شخص ہو اور انہوں نے اس شخص کو بھی مشورہ میں شریک کر لیا تو ان لوگوں کیلئے ضرور اس معاملہ میں خیر اور بھلائی ظاہر ہو گی جس کام کیلئے انہوں نے مشورہ کیا ہے اور جس گھر میں بھی "محمد" نام کا کوئی بھی شخص ہو گا تو اس گھر میں اللہ رب العزت برکت عطا فرماتا ہے۔

اور ایک روایت ہے، جس کے راوی پر اتہام ہے کہ وہ مجروح ہے (یعنی اس کی سچائی، راست بازی اور حافظہ پر علماء نے شک کا اظہار کیا ہے) کہ جو لوگ کوئی حلال کھانا کھانے کیلئے بیٹھیں اور

ان لوگوں میں کوئی ایسا شخص بھی ہو جس کا نام میرے نام پر ہو تو اس میں اس کیلئے دوگنی برکت ظاہر ہوگی (سیرت حلبیہ ص ۲۶۹ ج ا)

محمد نام سے گھر کی حفاظت

کتاب الشفاء میں ہے کہ "اللہ رب العزت کے کچھ ملائکہ (یعنی فرشتے) ایسے ہیں جن کا کام ایسے گھروں کی حفاظت کرنا ہے جس میں "محمد" نام ہو (سیرت حلبیہ ص ۲۶۹ ج ا)

جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کا لقب ابو محمد

عربوں کا دستور ہے کہ جب وہ کسی شخص کی عزت و تکریم کرتے تھے تو اس کی کنیت یعنی لقب رکھتے تھے اور اولاد میں جو سب سے زیادہ قابل اور لائق ہوتا اس کے نام پر کنیت یعنی لقب رکھتے تھے، چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ایک مرفوع روایت ہے کہ "جنت میں ہر شخص کو اس کے نام سے پکارا جائے گا مگر حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام کو "ابو محمد" (محمد کے باپ) کہہ کر پکارا جائے گا جس سے حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم اور آپ ﷺ کی توقیر و احترام مقصود ہوگا۔

مولانا ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی لاہور

تواریخ وفات

مولانا قاری عبدالرؤف تھانوی مرحوم

(۱)	حاجی علامہ ۱۶۸	عبدالرؤف صاحب تھانوی ۹۶۶	مرحوم ۲۹۴	.... ۱۴۲۸ھ
(۲)	لاریب ۲۴۳	عبدالرؤف ۳۹۳	اتوار کو سویڈن میں فوت ہوئے ۱۳۷۱	.... ۲۰۰۷ء
(۳)	فانما قال اللّٰہ جل جلالہ: ۴۷۱		فوقاهم اللّٰہ شر ذالك اليوم ۱۵۳۶	.... ۲۰۰۷ء
(۴)	آہ ۶	عبدالرؤف صاحب ۴۹۴	فاضل اشرفیہ ۱۵۰۷	.... ۲۰۰۷ء

(۵) آہ خطیب شعلہ بیاں عبدالرؤف تھانوی چلدیے ۲۰۰۷ء
۱۰۹۵ ۸۱۵ ۴۷

(۶) کہدو عبدالرؤف تھانوی جنتی ہیں ۱۴۲۸ھ
۳۵ ۸۱۵ ۵۴۸

(۷) وقدقال جل اسمہ: اولئك اصحب الجنة خالدين فيها.. ۱۴۲۸ھ
۳۸۰ ۱۰۴۸

(۸) انما قال اللّٰہ جل جلالہ: يسقون من رحيق مختوم............ ۲۰۰۷ء
۳۹۱ ۱۶۱۶

بقلم بندہ خلیل احمد تھانوی ۱۴۲۸ھ
۲۳۳ ۱۱۹۵

تعارف وتبصرہ

نام کتاب: مقالات جمیل **مرتب:** حافظ محمد اکبر شاہ بخاری **صفحات:** ۵۱۳

ناشر: المیزان ناشران وتاجران کتب الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

چمنستان تھانوی کے عظیم پھول، دربار اشرفی کے روشن چراغ، آسمان علم وعمل کے آفتاب وماہتاب، عالم جلیل، فاضل نبیل، فقیہ العصر والامۃ، تحقیق وتدقیق کے بحر بیکراں، تصنیف وتالیف کے شاہسوار، شریعت وطریقت کے جامع، سابق صدر مفتی جامعہ اشرفیہ حضرت اقدس مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی قدس سرہ کی جامع شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں، زیر نظر کتاب انہی کے دینی، علمی، فقہی، اصلاحی وتحقیقی مقالات کا مجموعہ ہے جو ع مشک آں است کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید اور ''آفتاب آمد دلیل آفتاب است'' کا مصداق ہیں۔

ان میں دیگر موضوعات علمیہ، فقہیہ، ملیہ واصلاحیہ کے علاوہ حکیم الامت حضرت اقدس تھانوی، شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی، خطیب پاکستان حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی، شیخ التفسیر

حضرت مولانا احمد علی لاہوری، شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد یوسف بنوری رحمہم اللہ تعالیٰ جیسی فقید المثال شخصیات کا بے مثال تذکار بھی شامل ہے۔

حضرت تھانوی قدس سرہ کی ۳۴ کتابوں کا اجمالی تعارف، مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمہ اللہ کا فقہی مقام اور شروع میں مؤلف کی مختصر سوانح بھی خاصے کی چیزیں ہیں ۔نیز موجودہ اسکول، کالجز کے بگڑے ہوئے ماحول اور دین سے دور مغربی فضا کی اصلاح کیلئے ایک طویل نظم بعنوان ''اصلاح کالج'' بھی اس میں شامل ہے اور اس کا پس منظر بھی مذکور ہے۔

یہ وقیع مقالات مختلف رسائل وجرائد وغیرہ میں منتشر تھے اللہ تعالیٰ نے جناب حافظ محمد اکبر شاہ صاحب بخاری زید مجدہم کو اس امر عظیم کیلئے موفق فرمایا ہے کہ وہ مشائخ عظام کے حالات، کمالات، خطبات ومقالات وغیرہ کی ترتیب میں مصروف رہتے ہیں، چنانچہ ان مقالات کی ترتیب واشاعت بھی اسی سلسلۃ الذہب کی عظیم کڑی ہے، امید ہے کہ ان سے بھرپور استفادہ کیا جائے گا۔اس ایڈیشن میں تصحیح کی کمزوری دیکھنے میں آئی امید ہے کہ آئندہ اس کا خصوصی خیال کیا جائے گا۔

نام رسالہ: ماہنامہ علم وعمل کا ''ڈاکٹر ایڈیشن'' صفحات ۳۲ قیمت: ۵ روپے زر سالانہ: ۷۵ روپے
زیر سرپرستی: مصلح الامت حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ وصدر جامعہ عبداللہ بن عمر لاہور مدیر: حضرت مولانا محمد عتیق الرحمٰن صاحب مدظلہم مہتمم وناظم ومدرس جامعہ عبداللہ بن عمر لاہور پتہ: جامعہ عبداللہ بن عمر ۲۳۔ کلومیٹر فیروزپور روڈ سوا گجومتہ نزد کاہنہ نو لاہور

موجودہ دور میں اسلام دشمن اور دین بیزار طبقہ جس طرح میڈیا کا سہارا لے کر اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل میں کوشاں ہے ایسے میں دینی حلقوں اور مدارس عربیہ کی جانب سے شائع ہونے والے مجلات ورسائل کی مثال گھٹا ٹوپ اندھیروں میں روشن چراغ کی مانند ہے جو اپنی بساط کے مطابق تاریکیوں کو اجالوں میں بدلنے کی جدوجہد اور سعی میں لگے ہوئے ہیں۔ماہنامہ علم وعمل بھی تاریکیوں کے مدمقابل انہی روشن چراغوں میں سے ایک روشن اور منور چراغ ہے جو دینی، اسلامی، اصلاحی معلومات فراہم کرنے اور نیز اخلاق، معاشرت، معاملات کی اصلاح اور عقائد کی درستگی کا بہترین ذریعہ ہے جو کہ بقامت کہتر بقیمت بہتر کا مصداق ہے۔اس رسالہ کے معتبر ومستند ہونے کی اس سے بڑی سند کیا ہو سکتی ہے کہ یہ رسالہ حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم کی زیر سرپرستی

شائع ہورہا ہے۔حضرت کے لائق فائق صاحبزادے حضرت مولانا محمد عتیق الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم جنہیں اللہ تعالی نے کم عمری میں ہی بے انتہا خوبیوں سے نوازا ہے اور وہ بجا طور پر الولد سر لابیہ کا مصداق ہیں عرصہ چار سال سے اس رسالہ کو بروقت قارئین کے حلقہ میں پہنچا کر قلب کو فرحت اور نظر کو جلا بخش رہے ہیں ۔مضامین کا انتخاب لا جواب اور ضرورت وقت کے عین مطابق ہوتا ہے۔

زیر نظر رسالہ ڈاکٹر ایڈیشن بھی اسی سلسلۃ الذہب کی ایک سنہری کڑی ہے،اس میں ڈاکٹری کی اہمیت،ڈاکٹر کے فرائض اوراس کی ذمہ داریاں،علاج معالجہ کے شرعی احکام،فقہی مسائل اور تاریخی چیزوں کے تذکرہ کے ساتھ ساتھ روحانی امراض کے علاج کی طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے اور جسمانی وروحانی ڈاکٹروں کا تقابلی جائزہ بھی پیش کیا گیا ہے۔یہ ایڈیشن اس لحاظ سے منفرد و یکتا ہے کہ شاید اس سے قبل اس موضوع پر قابل قدر کوشش نہیں کی گئی۔اللہ تعالی ماہنامہ علم وعمل کی مجلس منتظمہ اور حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم کو جزائے خیر سے نوازیں جنہوں نے بروقت ایک اہم موضوع کی طرف توجہ فرمائی اوراس ایڈیشن کی اشاعت کا اہتمام فرمایا۔

نام رسالہ: ماہنامہ آب حیات لاہور کی اشاعت خاص ''اسلام اور پیغمبر اسلام نمبر''

مدیر اعلیٰ: حضرت مولانا محمود الرشید حدوٹی صاحب مدظلہم مدرس جامعہ اشرفیہ لاہور

نبی آخر الزماں ﷺ وہ واحد ہستی ہیں جن کے اقوال،افعال،طرز تکلم،معاملات،معاشرت غرضیکہ تمام اشیاء محفوظ ہیں اور یہ دین اسلام کی حقانیت پر برہان قاطع ہے۔چودہ سو سال گزر جانے کے باوجود آپ ﷺ کا حلیہ مبارک،آپ ﷺ کے اعلیٰ اخلاق،آپ ﷺ کی خصائل حمیدہ،خوشی اور رنج کے موقع پر آپ ﷺ کی حالت مبارکہ،غصہ اور ناراضگی کا اظہار،اپنوں اور غیروں کے ساتھ معاملہ غرضیکہ آپ ﷺ کی زندگی کے کسی بھی پہلو سے متعلق کوئی بھی بات بلا کم وکاست ذخیرہ احادیث میں موجود ہے۔ماہنامہ آب حیات ایک موقر رسالہ ہے جو ماشاءاللہ مولانا محمود الرشید حدوٹی جیسے صاحب علم وصاحب قلم کی زیر ادارت سات سال سے اشاعت دین میں انتھک محنت وکوشش کر رہا ہے اور مقبول خواص وعوام ہے۔زیر نظر رسالہ اسی کی اشاعت خصوصی ہے جس میں اسلام اور پیغمبر اسلام کا البیلے انداز میں تذکرہ کیا گیا ہے،اس میں امام الرسل والانبیاء،خاتم الرسل والانبیاء،سید الاولین والآخرین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی زندگی،آپ کا رہن سہن،آپ سے متعلقہ اشیاء کا ذکر اور اسلام کی

سنہری تعلیمات کو اچھوتے انداز میں سمویا گیا ہے اور دورِ جاہلیت کا دورِ اسلام سے تقابل بھی پیش کیا گیا ہے جس سے مذہب اسلام کی حقانیت واضح ہے۔اسلام اور پیغمبر اسلام کے پروانوں کیلئے یہ مشعل راہ اور گرانمایہ تحفہ ہے۔

نام رسالہ: سجدۂ تلاوت اور اس کے احکام ومسائل ترتیب: محمد اقبال قریشی صفحات: ۱۶
ناشر: مجلس صیانۃ المسلمین ہارون آباد قیمت: پانچ روپے کے ڈاک ٹکٹ

اس رسالہ میں باحوالہ سجدۂ تلاوت کے احکام جمع کئے گئے ہیں، اس کا مطالعہ کرنے سے آدمی مختصر وقت میں سجدۂ تلاوت کے اکثر احکام پر آگاہ ہوسکتا ہے۔

نام رسالہ: تبلیغ دین اور اس کی ضرورت ازافادات: حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ
ترتیب: محمد اقبال قریشی صفحات: ۳۴ قیمت ۶ روپے کے ڈاک ٹکٹ
ناشر: شعبہ تبلیغ ادارہ تالیفات اشرفیہ جناح ٹاؤن نزد مسجد فردوس ہارون آباد ضلع بہاولنگر

اس رسالہ میں مرتب نے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مختلف کتابوں سے تبلیغ کے متعلق تراشوں کا انتخاب لاجواب کیا ہے، اس طرح ان مختصر صفحات میں تبلیغ کی ضرورت واہمیت اور تبلیغ کے اصول وآداب کو جامع انداز میں سمودیا گیا ہے۔

نام رسالہ: عقیدۂ حیات قبر اور علم وفہم میت کی حدیث قیمت: ۱۵ روپے
تالیف: مولانا ابواحمد نور محمد تونسوی مدظلہم ترتیب: مولانا شکیل احمد خان پوری
ناشر: مکتبہ جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ تحصیل لیاقت پور ضلع رحیم یارخان

اہل سنت والجماعت کے ہاں حیات فی القبر ثابت ہے اس رسالہ میں اس موقف پر ایک مضبوط دلیل حدیث قلیب بدر ذکر کرکے اس کی وضاحت کی گئی ہے نیز مسئلہ سماع موتی کا درجہ اور اس میں علماء دیوبند کا مسلک مذکور ہے، آخر میں حضرت مولانا مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم مہتمم جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا کے مختصر رسالہ ''عقائد علماء دیوبند'' کا اضافہ بھی ہے، یہ مجموعہ نظر انصاف سے دیکھنے والے کیلئے سرمۂ بصیرت ہے۔ (سید عبدالناصر ترمذی)

نام کتاب: نورانی قاعدہ مصنف: شیخ القراء حضرت مولانا قاری فتح محمد پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ
مرتب: مولوی نور محمد مرحوم ناشر: مدرسہ عربیہ علوم شرعیہ جوہر آباد صفحات: ۴۴